November-2021 Rs. 25/-
ربیع الاول / ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ / نومبر ۲۰۲۱ء

مدیر مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

اس شمارے میں

مشمولات

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مقام غوث اعظم

اکابرین امت کے اقوال کی روشنی میں

ادارایہ

امام الانبیا حضور سرور کائنات ﷺ جس طرح تمام انبیاورسل کے سردار و تاجدار ہیں، اسی طرح امام الاولیا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تمام اولیا کے امام ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو بڑے ہی اعلیٰ مناصف سے سرفراز فرمایا ہے، حضرت امام ابوالحسن علی بن یوسف بن حمریر لخمی بن شطنو فی قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب مستطاب ''بہجۃ الاسرار'' میں حضرت سیدنا احمد ابن ابی بکر حریمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول نقل فرمایا، جس میں وہ ارشاد فرماتے ہیں:

''واللہ ما اظہر اللہ تعالی ولا یظہر الی الوجود مثل الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یعنی خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مانند نہ کوئی ولی عالم میں ظاہر کیا نہ ظاہر کرے۔''

حضرت سیدنا ابو محمد بن عبد بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کو یہ الفاظ فرماتے سنا:

''ما اوصل اللہ تعالیٰ ولیا الی مقام الا وکان الشیخ عبد القادر اعلاہ ولا سقی اللہ حبیبا کاساً من حبہ الا وکان الشیخ عبد القادر اہناہ، ولا وہب اللہ لمقرب حالا الا وکان الشیخ عبد القادر اجلہ، و قد اودعہ اللہ تعالی سرّا من اسرارہ سبق بہ جمہور الاولیاء وما اتخذ اللہ ولیا کان او یکون الا وہو متادب معہ الی یوم القیمۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس ولی کو کسی مقام تک پہنچایا، شیخ عبد القادر کا مقام اس سے اعلیٰ ہے اور جس پیارے کو اپنی محبت کا جام پلایا، شیخ عبد القادر کے لئے اس سے بڑھ کر خوشگوار جام ہے اور جس مقرب کو کوئی حال عطا فرمایا، شیخ عبد القادر کا حال اس سے اعظم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اسرار سے وہ راز ان میں رکھا ہے جس کے سبب ان کو جمہور اولیا پر سبقت ہے اور اللہ تعالیٰ کے جتنے ولی ہو گئے یا ہوں گے، قیامت تک سب شیخ عبد القادر کا ادب کریں گے۔'' (بہجۃ الاسرار، عربی، ص 173)

حضور غوث اعظم کے مقام و مرتبے کی بلندی کا عالم یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی زبان مبارک سے ''قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰه۔ (یعنی میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے) کہلوایا اور یہ اعزاز جملہ اولیائے کرام میں صرف غوث اعظم کو حاصل ہے، آپ سے قبل یا بعد میں کسی بھی ولی کو یہ اعزاز نہیں ملا، اولیائے سابقین نے بھی اپنے مریدین و متوسلین کو اس ارشاد کی بشارت دی تھی، حتیٰ کہ آپ کے شیوخ اور اساتذہ کرام نے بھی پیشن گوئی فرمادی تھی کہ یہ مرد قلندر ایک دن ''قَدَمِی هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰه'' ارشاد فرمائے گا۔

اس سلسلے میں حضرت امام ابن حجر مکی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

''کبھی اولیائے کرام کو بلند کلمات کہنے کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ جو ان کے مقامات عالیہ سے ناواقف ہے وہ واقف ہو جائے یا کبھی شکر الٰہی اور اس کی نعمت کا اظہار کرنے کے لئے جیسا کہ حضور غوث اعظم کے لئے ہوا کہ انہوں نے اپنی مجلس وعظ میں دفعۃً فرمایا: میرا یہ پاؤں ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے، فوراً دنیا کے تمام اولیا نے قبول کیا، جملہ اولیائے جن نے بھی اور سبھی نے غوث اعظم کے حضور اپنے سر جھکا دیئے اور ان کے اس ارشاد کا اقرار کیا، مگر اصفہان میں ایک شخص منکر ہوا، فوراً اس کا حال سلب ہو گیا۔'' (الفتاوی الحدیثیۃ، ص 414)

پہلی قسط

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

آقائے کائنات کے چند مشاہیر اجدادِ کرام

اسلاف

ربّ کائنات نے رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ صرف یہ کہ انبیائے کرام ورسولان عظام علیہم السلام سے افضل واعلیٰ اور جملہ خلائق سے برتر وبالا بنا کر اس خاکدانِ گیتی میں مبعوث فرمایا بلکہ آپ کو تمام دنیا پر قبضہ بھی عطا فرمایا یہاں تک کہ کائنات کی کوئی چیز ایسی نہیں جو آپ کے قبضہ اقتدار اور غلبہ اطاعت سے باہر ہو۔

اس سلسلے میں زرقانی علی المواہب کی وہ روایت پیش کی جا سکتی ہے جسے خطیب بغدادی نے حضور پر نور ﷺ کی ولادتِ باسعادت کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان تحریر فرمایا ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ میرے نورِ نظر لختِ جگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب ولادت ہوگئی تو ناگہاں میں نے کیا دیکھا کہ ایک ایسی بدلی نمودار ہوئی جس میں روشنی کے ساتھ گھوڑوں کی ہنہناہٹ، پرندوں کی پرواز کی آواز اور کچھ انسانوں کی بولیاں سنائی دینے لگیں پھر یک لخت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، تلاشِ بسیار کے بعد وہ مجھے کہیں بھی نظر نہیں آئے، معاً میں نے سنا کہ کوئی بطور اعلان یہ کہہ رہا تھا کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مشرق ومغرب میں گشت کراؤ تا کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ ان کے نام اور ان کی صفات سے واقف ہو جائے اور تمام انس و جن وملائکہ اور پرند وچرند کے سامنے پیش کرو تا کہ سبھوں کو ان کی معرفت حاصل ہو جائے اور انہیں جملہ انبیائے کرام ورسولان عظام کے کمالات واوصاف سے مزیّن کردو۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد بدلی غائب ہوگئی اور میرا لختِ جگر میرے سامنے ریشم کے سبز کپڑے میں لپٹا ہوا اس حال میں موجود تھا کہ اس کے کپڑے سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے، آپ فرماتی ہیں جوں ہی میری نظر ان پر پڑی تو میری آنکھیں یہ دیکھ کر خیرہ ہوگئیں کہ ان کا رخِ زیبا بدرِ منیر سے بھی زیادہ چمکتا نظر آ رہا تھا اور ان کے پاکیزہ بدن سے مشک کی ایسی بھینی بھینی خوشبو اُٹھ رہی تھی کہ گردونواح کا ذرّہ ذرّہ مشک بار محسوس ہونے لگا، پھر میں نے دیکھا کہ یکایک تین اشخاص آئے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں ایک چمکدار انگوٹھی تھی، تیسرے شخص نے انگوٹھی کو سات مرتبہ دھو کر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت لگا کر ریشم کے کپڑے پر لپیٹ کر میری آغوش میں ڈال دیا۔

خداوند قدوس نے جہاں اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیگر اوصاف وکمالات میں ساری مخلوقات میں افضل و اعلیٰ بنایا وہیں حسب ونسب کے اعتبار سے بھی آپ کو مابہ الامتیاز فضیلت بخشی، میرے اس دعوے کے اشتہاد میں مشکوٰۃ شریف فضائل سید المرسلین کی مندرجہ ذیل حدیث کافی ووافی ہوگی، بعینہٖ ایسی ہی حدیث مسلم شریف کے اندر بھی موجود ہے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ''کنانہ'' کو برگزیدہ بنایا اور کنانہ میں سے قریش کو چنا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو چن لیا، ایک عربی شاعر نے بڑے واضح انداز سے اس حقیقت کی اس طرح عکاسی کی ہے۔ ؎

لہٗ النسب العالی فلیس کمثلہٖ
حسیبٌ نسیبٌ منعمٌ متکرّمٌ

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معروف قلم کار اور نقاد ہیں۔

یعنی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب پاک اس قدر بلند و بالا ہے کہ کوئی بھی حسب والا، نسب والا، نعمت والا اور بزرگی والا آپ کے مثل نہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افضل و اعلیٰ خاندان کی شرافت و نجابت ایسی مسلّم ہے کہ دوست تو دوست بدترین دشمن کفارِ مکہ کو بھی مجال انکار نہ رہی، جیسا کہ بخاری شریف کی پہلی جلد کے اندر جناب ابوسفیان کا قول و اقرار آج بھی منقش ہے، ہر چند کہ ابوسفیان اس زمانے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے مگر پھر بھی الحق یعلو ولا یعلیٰ کے تحت ہرقل شاہِ روم کے سامنے بھرے دربار میں آپ کے اعلیٰ نسب کا اعتراف کرتے ہوئے یہ برملا اظہار کرنا پڑا:

"ھو فینا ذو نسب۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم میں عالی نسب ہیں۔"

سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حسب و نسب سے متعلق ہرقل کے سوال پر ابوسفیان کچھ بھی کہہ سکتے تھے کیوں کہ ان کا مقصودِ اصلی شاہِ روم کی نظروں میں رسولِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وقار کو مجروح کرنا تھا مگر چاہ کر بھی وہ ایسا نہ کر سکے برخلاف اس کے انہیں کہنا پڑا کہ بلا شبہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نسب و حسب کے اعتبار سے ہم سب سے اعلیٰ و ارفع ہیں، اسے کہتے ہیں :الفضل ما شھدت بہ الاعداء۔ یعنی فضیلت اسے کہتے ہیں کہ دشمن بھی سرِ تسلیم خم کر دیں۔

واضح رہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آبا و اجداد مومن اور موحد گزرے ہیں جیسا کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں پاک اصلاب سے پاک ارحام کی طرف منتقل ہوتا رہا، علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی مایۂ ناز کتاب "شمول الاسلام لاباء ہ الکرام" میں دلائل باہرہ کے ساتھ تفصیلاً یہ ثابت کیا ہے کہ بلا شبہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام آبا و اجداد موحد مومن تھے، ربِّ کائنات نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو ایسی انفرادیت بخشی کہ حضرت شیث علیہ السلام جو آپ کے جدّ امجد ہیں تنہا پیدا ہوئے تا کہ نورِ مصطفی کا اور کسی دوسرے کے درمیان اشتراک نہ ہو۔

واضح رہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت سے قبل حضرت بی بی حوّا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہر حمل میں جڑواں بچے یعنی ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی معرکۃ الآرا کتاب "مدارج النبوۃ" کے جلدِ ثانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا سے رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے فرزندِ ارجمند حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اس نورِ مصطفی کو پاک بیویوں میں منتقل کرنا، اسی طرح خود شیث علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت انوش کو اور پھر حضرت انوش نے اپنے فرزند کو یونہی اس وصیت کا سلسلہ قرناً بعد قرنٍ بدستور چلتا رہا یہاں تک کہ یہ نورِ مبارک حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منتقل ہو کر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آیا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروری حدیث ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت کریمہ "لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ" کے فا کو زبر سے پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ میں نسب وصہر و حسب کے اعتبار سے تم سب میں نفیس تر ہوں، یعنی اگر "اَنْفُسِكُمْ" کے فا کو بجائے ضمّہ کے فتحہ سے پڑھا جائے تو لفظ ہوگا "اَنْفَسِكُمْ"، جس کا معنیٰ ہوگا، نفیس ترین کیوں کہ اَنْفَسْ نفیس کا اسم تفضیل بن جائے گا۔

جناب ابونعیم نے "دلائل" میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث یوں تحریر فرمائی ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو دیکھا ہے مگر میں نے کسی شخص کو حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل پایا اور نہ کسی کی اولاد کو بنی ہاشم سے۔

جیسا کہ ہم اس سے پہلے مسلم شریف کی حدیث پیش کر چکے

ہیں کہ سرکارابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ربِّ کائنات نے اولادِ اسماعیل میں سے کنانہ کو، کنانہ میں سے قریش کو چنا اور برگزیدہ بنایا۔

آئیے ہم قریش سے متعلق چند تحقیقی معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ لفظ قریش حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دسویں پشت کے دادا حضرت فہر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے، اسی لقب کی مناسبت سے ان کی اولاد قریش یا قریشی سے متعارف ہونے لگی۔

جہاں تک لفظِ قریش کی وجہ تسمیہ کا تعلق ہے اس سلسلے میں مختلف اقوال ہیں، ان اقوال مختلفہ میں مشہور قول وہی ہے جو مذکورہ بالا سطروں میں بیان کیا گیا کہ یہ حضرت فہر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ہے، اب رہی یہ بات کہ آپ اس لفظِ قریش سے کیوں ملقب ہوئے، یہ جاننے کے لئے ہمیں لفظِ قریش کے معانی پر غور کرنا ہوگا، ان معانی میں سے ایک تو یہ ہے کہ قریش ایک ایسے سمندری جانور کا نام ہے جو اس قدر قوی ہوتا ہے کہ سمندر کا کوئی اور جانور اس پر غلبہ حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے اور یہ ایسا غالب ہوتا ہے کہ دیگر آبی جانوروں کو بڑی آسانی کے ساتھ لقمہ بنالیتا ہے، چونکہ ربِّ کائنات نے حضرت فہر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اندر ایسی طاقت و شجاعت ودیعت فرمائی تھی کہ آپ عرب کے جملہ قبائل پر ہمیشہ غالب رہتے تھے اس لئے آپ کو قریش کے لقب سے سارا عرب یاد کرتا تھا۔ میرے اس دعوے کا پشت پناہ شمرخ بن عمرو حمیری کا مشہور زمانہ مندرجہ ذیل شعر ہے، جو ''زرقانی علی المواہب'' کی جلد ثانی میں مرقوم ہے۔ ؎

وقریش ھی الّتی تسکن فی البحر
بھا سمیت قریش قریشا

یعنی قریش ایک ایسا جانور ہے جو سمندر میں رہتا ہے، اس کے نام کی مطابقت کرتے ہوئے قبیلۂ قریش کو قریش کہا جانے لگا، اس سے پہلے کہ ہم قریش کی دیگر وجوہات بیان کریں ایک اہم بات ذہن نشیں فرمالیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی ایک مابہ الامتیاز وصف ہے کہ آپ اپنے والد گرامی اور اپنی والدۂ محترمہ دونوں کی جانب سے قریش ہیں کیوں کہ حضرت بی بی آمنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا سلسلۂ نسب حضرت فہر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متصل ہوجاتا ہے۔

اب لفظِ قریش کی وجہ تسمیہ سے متعلق دوسرا قول ملاحظہ کریں وہ یہ کہ لفظِ ''قریش'' مشتق ہے تقرش سے جس کے معنیٰ مجتمع اور یکجا ہونے کے ہیں چونکہ قریش دیرینہ باہمی اختلاف وافتراق وانتشار کے بعد حرم پاک میں دوبارہ یکجا ہو کر متحد ہوگئے تھے اس لئے انہیں قریش کہا جانے لگا۔

تیسرا قول یہ ہے کہ قرش کا معنیٰ ہے کسب وہنر۔ چونکہ قریش کا اہل ہنر ہونا اور کسب معاش کے سلسلے میں تجارت کرنا انتہائی مشہور ومعروف تھا اس لئے انہیں قریش سے مخاطب کیا جانے لگا، چوتھا قول یہ ہے کہ لفظ تقرش کا معنیٰ ہے تفتیش اور چھان بین کرنا۔ چونکہ اہل قریش ایام حج میں بالخصوص فقراء کے حالات کی اچھی طرح تفتیش کرنے کے بعد ان کا تعاون کرتے تھے اس لئے انہیں قریش سے یاد کیا جانے لگا۔ واضح رہے کہ ان تمام اقوال میں سے پہلا قول ارجح ہے یعنی قریش حضرت فہر بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب تھا اور اس لقب کے تناظر میں آپ کی اولاد پر لفظِ قریش یا قریشی کا اطلاق ہونے لگا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجدادِ کرام میں ایک بہت ہی اہم نام حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا آتا ہے، یہ آپ کی چھٹی پشت کے جدِّ مکرم ہیں۔ یوں تو آپ کے سارے اجدادِ کرام آفتاب وماہتاب سے بھی زیادہ روشن رہے مگر حضرت مرہ بن کعب کیسب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے سب سے پہلے اپنے دور میں یوم عروبہ یعنی یوم جمعہ مقرر فرمایا۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے یوم جمعہ مقرر فرمایا بلکہ اس دن آپ تمام قریش کو جمع فرمایا کرتے اور اس دن کے اہتمام وانصرام میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے، جب لوگو جوق درجوق مجتمع ہوجاتے تو حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بلند مقام پر قیام

پذیر ہو کر انتہائی بلیغ خطبہ دیتے اور اپنے خطبہ میں خصوصی طور پر سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد پاک کا مژدۂ جانفزا سناتے اور بڑے ہی مفتخرانہ انداز میں شکر الٰہی ادا کرتے ہوئے فرماتے کہ اے اہل قریش! یاد رکھو" نبی آخرالزماں جو ساری کائنات کے قیامت تک کے لئے رسول بن کر تشریف لائیں گے اور عرب سے شرک و کفر کا خاتمہ فرمائیں گے بحمدہٖ تعالیٰ وہ میری نسل سے ہوں گے اور عرش میں ان کا نام احمد اور فرش میں ان کا نام محمد ہوگا۔ یہ وہی نبی آخرالزماں ہوں گے جن کی آمد کی بشارت ہر نبی اپنے زمانے میں دیتے آئے اور اپنی امتوں سے ان پر ایمان لانے کا وعدہ لیتے رہے (بشرطیکہ وہ ان کا مبارک زمانہ پائیں) لہٰذا میں تم سب کو تلقین کرتا ہوں اگر تم میں سے کوئی بھی ان کا زمانہ پائے تو اپنی خوش بختی پر ناز کرتے ہوئے ان پر ضرور بالضرور ایمان لائے، جو ان کا زمانہ پانے کے بعد ان پر ایمان نہ لائے تو وہ دنیا و آخرت میں خائب و خاسر رہے گا اور وہ اخروی نجات سے یکسر محروم رہے گا۔ علاوہ ازیں حضرت مُرّہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرب کے انتہائی فصیح و بلیغ شخصیت کے مالک تھے اور شاعری میں آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

یہی وجہ ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت اور لوگوں کو آپ پر ایمان لانے کی تلقین سے متعلق انہوں نے بہت سارے ایسے اشعار کہے ہیں، جن کو پڑھنے کے بعد جہاں آپ کی شاعرانہ قدرت کا اعتراف ناگزیر ہو جاتا ہے وہیں آپ کی حق پسندی اور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے لوث محبت و عقیدت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے، ان قابل صد ستائش اشعار میں سے ایک شعر نذرِ قارئین ہے۔ ؎

لیتنی شاھداً فحواء دعوته

اذا قریش تنفی الحق خذ لاناً

حضرت مرہ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت قصی بن کلاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چوتھے جدّ کریم ہیں، حضرت قصی بن کلاب کا نام نامی اسم گرامی تاریخ عرب میں اس قدر نمایاں ہے کہ اسے کبھی فراموش کیا نہیں جا سکتا، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ آپ نے مختلف منتشر قبائل کو بڑی جانفشانیوں کے ساتھ یکجا کر کے مکۃ المکرمہ میں آباد ہونے اور امن و امان سے زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا، اس سے پہلے کہ ہم حضورِ والا کے کارہائے نمایاں پر روشنی ڈالیں آپ کے مقدس نام کی وجہ تسمیہ سماعت فرمالیں۔ لفظ "قصیٰ" بروزن فعیل تصغیر کا صیغہ ہے قصی کا لغوی معنیٰ ہے بعید، آپ کا نام قصی اس لئے رکھا گیا کہ آپ کی والدۂ محترمہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایّام حمل میں اپنے قبیلے سے دور بلاد قضاعہ میں جا کر بود و باش اختیار کر لی تھی۔

جب آپ نے ہوش سنبھالا تو کیا دیکھا کہ مکہ مکرمہ کے حالات انتہائی کشیدہ اور دگرگوں ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے قبائل خزاعہ نے مکہ شریف میں غلبہ حاصل کرنے کے بعد مکۃ المکرمۃ کے قبائل کو دیگر دور دراز علاقوں میں منتشر ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ آپ نے بڑی کد و کاوش سے بکھرے ہوئے قبائل کو مجتمع کیا اور ان کے اندر ایسی ہمت و شجاعت کی روح پھونکی کہ سب نے متحد ہو کر بالآخر بنو قزاعہ سے مکۃ المکرمۃ کو اپنی تحویل میں لے لیا۔ آپ کا یہ ایسا شاندار کارنامہ ہے جو بلاشبہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ لوگوں کی آسانی کے لئے آپ ہی نے دارالندوہ کا بھی قیام فرمایا۔ یہی وہ دارالندوہ تھا جہاں قریش جمع ہوتے اور باہمی مشوروں سے مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے۔

اب آئیے رسولِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والد گرامی کے دادا یعنی آپ کے پردادا حضرت ہاشم بن عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات طیبہ کی خوشبوؤں سے مشام جاں معطر کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت ہاشم کا نام عمرو ہے اور ہاشم آپ کا لقب۔ روضۃ الاحباب کی روایت کے پیش نظر حضرت ہاشم اور ان کے بھائی عبدالشمس دونوں اس طرح جڑواں پیدا ہوئے تھے کہ دونوں کی پیشانیاں باہم متصل تھیں۔

بڑی کوششیں کی گئیں اور مختلف طریقے استعمال کئے گئے مگر جدا نہ ہو سکیں، انجام کار تلوار سے الگ کیا گیا، دوسری روایت

اسلامیات

کے مطابق پیشانیاں نہیں بلکہ دونوں کی کمر جڑی ہوئی تھی، بہر حال پیشانیاں ہوں یا کمر اتنا ضرور ہے کہ بذریعۂ تلوار الگ کرنا پڑا، بعض مؤرخین نے اس واقعہ کو دونوں کی اولاد کے مابین دیرینہ جنگ وجدال کی علّت قرار دیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ربِّ قدیر نے آپ کو گونا گوں خصوصیات وصفات کا حامل بنایا تھا، آپ اس قدر وجیہ تھے کہ جو انہیں دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا، آپ کے چہرۂ انور سے جہاں وجاہت کی شعاعیں پھوٹتی تھیں وہیں جاہ وجلال اور شان وشوکت کی ایسی روشنیاں نکلتی تھیں کہ دیکھنے والا نہ چاہ کر بھی آپ کا گرویدہ ہوجاتا تھا، صرف یہی نہیں بلکہ پورے عرب میں آپ کی شجاعت کا ایسا سکّہ بیٹھا ہوا تھا کہ دشمن آپ کے نام سے کانپا کرتا تھا، بڑے سے بڑا بہادر آپ سے متصادم ہونے سے پہلے ہی ایسا مرعوب ہوجاتا کہ جیسے کاٹو تو خون نہ نکلے۔

آپ کی مذکورہ بالا صفات تو قابل قدر تھیں ہی اس پر مستزاد آپ کا جذبۂ سخاوت لوگوں کو مسخر کئے ہوئے تھا۔ اسی جذبۂ سخاوت کا بین اثر تھا کہ آپ پورے عرب میں اعلیٰ درجے کے مہمان نواز مانے جاتے تھے۔ آپ کا خود لقب ''ہاشم'' آپ کی مہمان نوازی کا آج بھی کلمہ پڑھ رہا ہے۔ ہوا یوں کہ آپ کے دور میں پورے عرب میں قحط سالی کا ایسا شدید حملہ ہوا کہ لوگ دانے دانے کو ترسنے لگے۔ چاروں طرف بھوک مری کی مکدّر فضا چھائی ہوئی تھی، مزید برآں حج کا زمانہ بھی آپہنچا، گویا حالات انتہائی پرآشوب اور ناقابلِ برداشت ہوگئے۔ سارا عرب ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ایسی شدید قحط سالی اس سے پہلے کبھی عرب میں رونما نہیں ہوئی، بہر کیف ایسے نازک اور سنگین موقع پر بھلا حضرت ہاشم جیسا سخی اور مہمان نواز خاموش ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ کیسے سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے بلا تاخیر ملک شام کے لئے رخت سفر باندھا اور وہاں سے ڈھیر ساری خشک روٹیاں خرید کر مکۃ المکرمۃ پہنچے اور اونٹ کے گوشت کے شوربہ میں روٹیوں کا چورہ کر کے ثرید بنا کر تمام حاجیوں کو اتنا کھلایا کہ سب کے سب شکم سیر ہوگئے۔

چونکہ ''ہاشم'' کا لفظی معنیٰ ہے روٹیوں کا چورہ کرنے والا اور اسی واقعے کے بعد ہی سے آپ کا لقب ہاشم پڑ گیا اور یہ لقب اس قدر مشتہر اور زبان زد خاص وعام ہوگیا کہ دنیا بجائے آپ کے نام عمرو کے ہاشم سے جاننے پہچاننے لگی، واضح رہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ثرید بے حد پسند تھی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ ثرید لذت آمیز ہونے کے باوصف کھانے والے کو جلد شکم سیر بھی کر دیتی ہے۔ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ''دیگر کھانوں میں ثرید کی فضیلت ایسی ہے جیسے عائشہ کی فضیلت عورتوں پر۔

یوں تو حضرت عبد مناف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چار فرزند تھے لیکن حضرت ہاشم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب میں مختلف اعتبار سے بلا شبہ حد درجہ لائق وفائق تھے، یہی وجہ ہے کہ حضرت عبد مناف کے وصال کے بعد بالاتفاق حضرت ہاشم کعبہ مقدسہ کے متولی اور سجادہ نشین ہوئے۔ آپ نے مدینہ منورہ کے مشہور قبیلہ بنوخزرج کے ایک نامور سردار عمرو کی صاحبزادی حضرت سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمایا۔ آپ کے والد گرامی کی طرح ربِّ کائنات نے آپ کو بھی چار فرزند عطا فرمائے۔ ایک فرزند جس کا نام اسد تھا۔ یہی وہ اسد ہیں جن کی صاحبزادی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انتہائی مشفقہ چچی اور آپ کے پیکرِ شفقت ومحبت چچا ابو طالب کی زوجۂ پاک ہیں اس پر مستزاد یہ کہ حضرت فاطمہ بنت اسد کو ربِّ کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحابیہ ہونے کا بھی اعزاز بخشا۔

وفاء الوفاء کی جلد ثانی کے اندر یہ مندرج ہے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس وقت جب حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جدِّ امجد حضرت عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر ملال کے بعد اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں تھے آپ کا بے حد خیال رکھا اور ایک مشفقہ ماں سے بڑھ کر خدمتیں کیں۔ انہیں خدمات کا ربِّ کائنات نے انہیں ایسا

حسین ثمرہ عطا فرمایا کہ آپ کے انتقال کے بعد نہ صرف یہ کہ تاجدارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی مشفقہ چچی کے لئے اپنے دستِ مقدس سے قبر کی لحد کھودی بلکہ انہیں اپنی متبرک چادر کا کفن پہنایا اور ان کی قبر میں کچھ دیر بہ نفسِ نفیس لیٹ کر خداوند قدوس کی بارگاہِ بے نیاز میں یوں دعا فرمائی۔

"یا اللہ! میری ماں (چچی) فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور ان کی قبر کو کشادہ فرمادے اپنے نبی کے وسیلے سے اور ان نبیوں کے وسیلے سے جو مجھ سے پہلے دنیائے فانی کو خیرباد کہہ چکے ہیں کیوں کہ تو ارحم الراحمین ہے۔

.........جاری ہے

ص ۱۵ر کا بقیہ.........

امام شعبی کا جدید انداز

امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

"مذکورہ ابحاث مختلف احادیث مبارکہ کو مختلف ابواب کے تحت جمع کرنے کے اعتبار سے ہے، رہی بات ایک باب میں ایک ہی طرح کی احادیث جمع کرنے کی، تو سیدنا امام شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کام میں سبقت لے گئے، روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: " ھذا باب من الطلاق جسیم " یہ طلاق کا ایک ضخیم باب ہے، اس میں آپ نے مختلف حدیثیں جمع کیں۔" (حوالہ سابق)

مسانید کی تدوین کا آغاز

دوسری صدی ہجری کے اخیر میں حضرت عبید اللہ بن موسی عبسی کوفی، امام مسدد بصری، امام اسد بن موسی اموی اور امام نعیم بن حماد خزاعی مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایک ایک مسند تصنیف کیں، ان ائمہ کرام کی پیروی کرتے ہوئے دیگر بہت سارے ائمہ ومحدثین نے بھی مسانید تصنیف کیں، جیسے سیدنا امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ، امام عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علیہم اجمعین۔ (حوالہ سابق)

صحیح احادیث کی بنیادی کتب

(1) صحیح بخاری، صحیح مجرد میں یہ سب سے پہلی تصنیف ہے۔

(2) صحیح مسلم، صحیح بخاری کے بعد تصنیف ہوئی، یہ دونوں کتابیں قرآن مجید کے بعد سب سے اصح مانی جاتی ہیں۔

(3) سنن ابوداؤد۔

(4) جامع ترمذی۔

(5) سنن نسائی صغریٰ۔

(6) ابن ماجہ۔ (مرجع سابق، ص 61 : تا 70 ملتقطاً)

کتب احادیث کے چند اقسام

تدوین کی نوعیت کے اعتبار سے کتب احادیث کی چند قسمیں ہیں:

(1) جامع (2) مسانید (3) سنن (4) معاجم (5) علل (6) اجزا) (7) اطراف (8) مستدرکات (9) مستخرجات۔

(تیسیر مصطلح الحدیث، ص 208 : تا 210 ملتقطاً)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اگرچہ باضابطہ اجتماعی طور پر تدوین حدیث کا سلسلہ پہلی صدی کے اخیر سے شروع ہوا، مگر اس سے قبل انفرادی کوششیں بھی جاری تھیں، پھر جب یہ سلسلہ عروج پکڑا تو احادیث کی متعدد کتابیں وجود میں آئیں، لہٰذا اس سلسلے میں کسی قسم کے پروپیگنڈے سے متأثر نہیں ہونا چاہیے، اللہ کریم ان محدثین کرام کی کاوشوں کو قبول کرے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات سے وافر حصہ عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم۔

ص ۳۲ر کا بقیہ.........

نہ کریں، اللہ رب العزت آپ کا حافظ وناصر ہے، ضرور حفاظت کرے گا، مدد کرے گا، بس آپ دامن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حقیقی معنوں میں وابستہ ہوجائیں، دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی بھی طاقت آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، اللہ ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائے، ہماری جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت فرمائے، بالخصوص ہماری بچیوں کو آج کے نئے درندوں اور وحشیوں کے دست برد سے محفوظ فرمائے، آمین ثم آمین۔

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

تعلیمات غوث اعظم کی عصری معنویت

اسلامیات

فکر ونظر کی جولان گاہ پر شب خوں مارنے کے لیے ہر دور میں باطل و طاغوتی قوتیں متحرک رہی ہیں، عہدِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی نئے نئے فتنوں اور سازشوں نے سر ابھارے، کہیں یہود و عیسائیت کی سازشیں تھیں، کہیں کفار مکہ کی عشوہ طرازیاں اور کہیں گمراہوں کی گمراہیاں اور منافقین کے نفاق، پیغمبر اعظم ﷺ نے عزم و استقامت کا درسِ زریں دے کر فتنوں کی سرکوبی کا اسلامی ضابطہ مہیا فرمایا، اسی کی جھلک تھی کہ عہد صدیقی و عہد فاروقی اور عہد عثمانی و عہد علوی میں سر اٹھانے والے فتنوں کی بیخ کنی عزیمت وحکمت کے ساتھ کی گئی اور پھر ایک دور وہ آیا جب کربلا کی زمیں پر تاریخ کا وہ لرزہ خیز واقعہ ظہور پذیر ہوا جس کی مثال نہیں ملتی، جور و ستم اور ظلم و جبر کے ساتھ نبی کونین رحمت عالم ﷺ کے نواسوں کی شہادت کا دل دوز سانحہ بھی اسلامی دعوت و عزیمت کی ایک مثال بن کر تاریخ کے ماتھے کا جھومر بن گیا۔

اسی تسلسل میں بعد کے ادوار کے ان اعاظم علما و محدثین اور صوفیا و مبلغین کی کاوشات کو شمار کیا جا سکتا ہے؛ جنھوں نے اپنے اپنے عہد میں وقوع پذیر فتنوں کی سرکوبی کر کے اسلام کی فصیل کی حفاظت کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ ایک دور وہ بھی آیا جب اسلام کے قصرِ رفیع میں شگاف ڈالنے کے لیے یہود و عیسائیت کی مسلسل سازشوں اور داخلی یورشوں کے نتیجے میں فتنوں کی ایک بھیڑ یک جا ہو گئی، بغداد جو علم کا مرکز کہلاتا تھا؛ اسی کے قلب میں بیٹھ کر اسلامی تعلیمات کی دھجیاں بکھیرنے کی تیاریاں کی جا چکی تھیں، فلسفۂ یونان جس کی موت کو صدیاں گزر گئی تھیں، عباسی سلاطین نے اسے پھر سے زندہ کیا، حکما کو وظائف دے کر اس فکر کو نئی زندگی دی گئی، اسلامی سائنس دانوں نے فلسفۂ یونان کو حیاتِ تازہ تو ضرور دی لیکن خود اس کے اوہام کا ایسا شکار ہو گئے کہ ع

فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

کے مصداق لایعنی افکار کا شکار ہو کر اپنے رب کی بندگی بھول بیٹھے، دہریت کا فتنہ شباب کو آیا، ادھر جاہل صوفیا اور شریعت کی راہ سے روگرداں ہو کر طبیعت کی پیروی کرنے والوں نے جو طوفانِ بدتمیزی برپا کیا اس کی بیخ کنی بھی حضور غوث اعظم کا عظیم کارنامہ ہے، ان سطور میں ہم اخلاقی اقدار اور تزکیۂ قلب کی رو سے افکار غوث اعظم کا مختصراً تجزیاتی مطالعہ کریں گے۔

صوفی کی اسلامی توضیح

غوث اعظم ارشاد فرماتے ہیں: صوفی وہ ہے جو اپنی مراد کو مرادِ حق کے تابع کر دے اور ترکِ دنیا کر کے مقدرات کی موافقت کرنے لگے، اس وقت اس کو مراد کے مطابق آخرت سے قبل ہی دنیا حاصل ہو جائے گی اور اس پر خدا کی جانب سے سلام آنے لگے گا۔ (سیرت غوث اعظم، ص ۲۱۹)

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ وہی صوفی ہے جو دنیا کی طلب نہ کرے اس سے وہ حضرات سبق حاصل کریں جو خود کو صوفی کہہ کر رب کی نافرمانی میں لگے رہتے ہیں، طمع اور لالچ میں دن گزارتے ہیں، مرادِ حق کے تابع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی زندگی کو رب کی مرضی کے مطابق گزارا جائے، لیکن آج الٹا معاملہ ہے؛ اُمرا اور اربابِ اقتدار کی مرضی حاصل کرنے کے لیے کیسے کیسے مکر کیے جاتے ہیں؛ یہ بتانے کی ضرورت نہیں، ایسے ہی لوگوں نے تصوف کو بدنام کر دیا ہے۔ تصوف دراصل اسلام کا وہ نظام ہے جس نے اسلامی تعلیمات کی عملی تعبیر پیش کی، جس نے حدودِ عرب سے لے کر روس کے علاقوں تک، براعظم افریقہ اور انڈونیشیا تک اسلام کی اشاعت کی۔ اسی تصوف نے بت کدۂ

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

ہند میں اسلام کی شمع روشن کی۔

صدق وسچائی

اخلاقی تنزل میں اہم سبب سچائی کا فقدان ہے، ہم نے تو بہت سے سفید پوش بھی دیکھے جو برملا جھوٹ بولتے ہیں، افسوس کہ اس مرض میں عام تو عام بڑے بڑے مبتلا ہیں، سچ اپنا لیا جائے تو تمام فتنوں کا خاتمہ خود بہ خود ہو جائے گا۔ غوث اعظم نے سچ کی تعلیم دی اور یہ کہ سچائی وصدق کے ذریعہ رب کریم کی معرفت حاصل کی جائے، غوث اعظم دستگیر فرماتے ہیں: اقوال واعمال میں صدق یہ ہے کہ اس کے ذریعہ رویتِ خداوندی حاصل رہے اور احوال میں صدق یہ ہے کہ بندے کے قلب میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے تصورات قائم ہو جائیں کہ خدا کی توجہ کے خیال کے علاوہ اس میں اور کوئی شے باقی نہ رہے۔ (نفس مصدر، ص ۲۲۱)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: سچائی کو اپنے اوپر لازم قرار دے لو کیوں کہ اس کے بغیر انسان قرب الٰہی حاصل نہیں کر سکتا۔ (نفس مصدر، ص ۲۳۱)

شریعت اور صبر

غوث اعظم فرماتے ہیں: مصائب وابتلا میں ثابت قدمی اور شریعت کے دامن کو پکڑے رہنے کا نام صبر ہے۔

(نفس مصدر، ص ۲۲۳)

غور کریں! مصیبت اور آزمائش میں ثابت قدمی کو صبر سے تعبیر فرمایا، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایسے ابتلاخیز موڑ پر لوگ بری راہ جا پڑتے ہیں، مثلاً مصائب میں بعض حلال کی تمیز نہیں کرتے، حرام کو بھی لوگ گلے لگا لیتے ہیں، یہاں غوث اعظم نے انھیں بھی تنبیہ فرمائی جو شریعت اور طریقت کو الگ الگ سمجھتے ہیں، اس طرح شریعت کی گرفت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں، شریعت پر استقامت ہی صبر ہے، مثال کے طور پر ایک ملک میں بسنے والوں کو اس ملک کے قوانین کی پاس داری ضروری ہے اسی طرح ہم مسلمان ہیں اور اسلام کا قانون شریعت ہے تو شریعت سے فرار دراصل اسلامی قوانین سے بغاوت ہے؛ جس کی امید کسی صحیح الذہن مسلمان سے نہیں کی جا سکتی، چہ جائے کہ کوئی دینی فیلڈ کا آدمی شریعت سے منھ موڑے۔

علم

غوث اعظم فرماتے ہیں: جو شخص علم کے بغیر عبادت کرتا ہے وہ اصلاح سے زیادہ فساد میں مبتلا ہو جاتا ہے، تمھیں چاہیے کہ شمع شریعت اپنے ہم راہ لے کر علم کی روشنی میں عمل کرو۔

(نفس مصدر، ص ۲۳۰)

کس قدر واقعی بات ہے کہ علم عبادت کے لیے بھی درکار ہے، اسلام نے علم کی زلفِ برہم کو سنوارا، علم دین کے حصول کو اسلام نے فرض قرار دیا، علم نہ ہو تو گم راہ ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا لیکن اسی کے ساتھ عمل ہو تو بندہ تکبر سے بھی بچ جاتا ہے۔ شمع شریعت ساتھ لے کر چلنے کا مطلب واضح ہے کہ قانون شریعت ساتھ رہے تو بندہ شیطانی مکروفریب کا شکار نہیں ہوتا۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ارشادات کے ذریعہ وہ انقلاب پیدا کیا کہ دل کی دنیا بدل گئی، محبت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فکر ونظر روشن ہو گئے، آپ نے شریعت پر استقامت کا درس دیا اور اسی درس کی تجدید عالم اسلام کی عظیم شخصیت امام احمد رضا محدث بریلوی نے گزری صدی میں کی، آپ کی ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف اسلامی علوم کا عظیم اثاثہ اور قابل فخر سرمایہ ہیں؛ جن سے تعلیمات غوث اعظم کا نور چھنتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصلاحی افکار کی ترویج واشاعت کر کے زندگیوں میں صالح انقلاب برپا کیے جائیں تاکہ اخلاق وکردار کی خوش گوار طریقے سے آبیاری کی جا سکے۔

❑❑❑

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تاکہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

اسلامیات

از: مولانا محمد شہباز احمد مصباحی*

تدوین حدیث کی مختصر تاریخ

اسلامیات

مصطفےٰ جان رحمت، شمع بزم ہدایت ﷺ کے قول، فعل تقریر اور وصف کو حدیث کہتے ہیں۔ (کتب عامہ)

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بڑی دیانت داری کے ساتھ تابعین کرام تک احادیث رسول منتقل کر دیا، پھر وہ اور ان کے بعد والوں نے جس اخلاص اور جانفشانی کے ساتھ امت مسلمہ تک اسے پہنچایا ہے تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، ایسے لوگوں کے لیے یہ مژدۂ جانفزا ہے، حدیث پاک ہے:

"اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو روشن رکھے، جس نے مجھ سے کوئی حدیث سنی اور اسے یاد رکھا، یہاں تک کہ اسے دوسروں تک پہنچا دیا۔" (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث 3660)

اگرچہ کچھ اسباب کی بنیاد پر دور آغاز میں اجتماعی طور پر باقاعدہ تدوین کا اہتمام نہ ہو سکا، مگر کتابت حدیث کا سلسلہ انفرادی طور پر زمانۂ رسالت سے تبع تابعین کرام تک مسلسل جاری رہا ہے۔

عدم تدوین کے اسباب

اس کی ایک وجہ یہ تھی ان کا قوت حافظہ وسیع اور مضبوط تھا، دوسری وجہ یہ تھی کہ اس دور کی اکثریت فن کتابت سے دور تھی، بہت کم تعداد لکھنے سے لگاؤ رکھتے تھے، تیسری وجہ یہ تھی کہ مصطفےٰ جان رحمت ﷺ نے کتابتِ قرآن سے التباس کے خوف کے سبب اولاً منع کر دیا تھا۔ (تدریب الروای فی شرح تقریب النواوی، ص 62)

منع کتابت حدیث

"عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا تَكْتُبُوا عَنِّي، وَمَنْ كَتَبَ عَنِّي غَيْرَ الْقُرْآنِ فَلْيَمْحُهُ." (صحیح مسلم، الجزء رقم 8: الصفحة رقم 229) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرا کلام نہ لکھو، جس نے قرآن کے علاوہ مجھ سے سن کر لکھا، وہ اسے مٹا دے۔"

کتابت حدیث کی اجازت

جب خوفِ التباس جاتا رہا تو اس کی اجازت مل گئی، حدیث پاک میں ہے، فتح مکہ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے انسانی حقوق اور حرمت مکہ کے مسائل بیان فرمایا، اس موقع پر ایک یمنی صحابی حضرت ابوشاہ رضی اللہ عنہ نے خواہش ظاہر کی کہ یہ احکام میرے لیے لکھوا دیئے جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اکتبوا لابی شاہ۔ ابوشاہ کے لیے یہ خطبہ لکھ دو۔" (صحیح بخاری، ص 587)

اسی میں ہے:

"مامن اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم احد اکثر حدیثاً عنہ منی، الا ما کان من عبد اللہ بن عمرو، فانہ کان یکتب ولا اکتب۔ (مرجع سابق، ص 41) یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس حضور کی احادیث محفوظ نہ تھی سوائے عبد اللہ بن عمرو کے، کیوں کہ وہ احادیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔"

معلوم ہوا کہ دور صحابہ میں ہی کتابت حدیث کا کام شروع ہو چکا تھا، پہلی صدی ہجری کے اخیر تک بغیر ترتیب وتدوین کے تابعین کرام نے اپنی مرویات سینوں بلکہ صحیفوں میں بھی محفوظ رکھا

تھا، مگر یہ کام اپنے ذوق وشوق کے اعتبار سے انفرادی طور پر تھا، اس کا باقاعدہ آغاز جلیل القدر تابعی بزرگ، خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا، آپ نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کرایا اور حضرت سیدنا امام ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ترتیب دیا۔

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، ص63 ملتقطاً)

تدوین حدیث کے مدون اوّل

امام الشان علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"واول من دوّن الحديث ابن شهاب الزهری علی رأس المأة بأمر عمر بن عبدالعزيز ثم كثر التدوين والتصنيف وحصل بذلك خير كثير۔ (فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج1 ص364) یعنی خلیفۂ راشد سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے پہلی صدی کے اختتام پر حضرت علامہ ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث کی تدوین شروع کی، اس کے بعد تدوین وتصنیف کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا اور اس تدوین سے خیر کثیر حاصل ہوا۔"

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت امام ابونعیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکناف عالم میں بادشاہان اسلام کو خط لکھا کہ حدیث رسول تلاش کر کے جمع کرلو۔" (تدریب الراوی، ص63)

حضرت سیدنا امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا امام ابوبکر بن حزم کو لکھا:

مروی احادیث جمع کر کے لکھ لو، اس لیے کہ مجھے علم کے ضائع ہونے اور علما کے اس دار فانی سے رخصت ہوجانے کا اندیشہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے مروی احادیث کے علاوہ کچھ قبول نہ کرو، علم پھیلاؤ، علمی مجالس قائم کرو، تاکہ جو نہیں جانتا وہ سیکھ لے، کیوں کہ علم اس وقت تک ضائع نہیں ہوگا جب تک اسے راز نہ بنالیا جائے۔ (صحیح بخاری، ج1 ص38)

یہاں پر اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ پہلی صدی کے بعد ہی سے باقاعدہ تدوین حدیث کا کام شروع ہوا، اس وقت سے آج تک پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی احادیث طیبہ کو محدثین کرام اپنی کتابوں کی زینت بنا رہے ہیں۔

حدیث کی تدوین وترتیب کا جو کام حضرت ابن شہاب زہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کیا تھا اس کام کو ان کے تلامذہ اور دیگر محدثین آگے بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ باقاعدہ کتب احادیث کا سلسلہ قائم ہوگیا۔

احکام حدیث کی تدوین

دوسری کے نصف میں طبقہ ثانیہ کے اجلہ ابعین کمر بستہ ہوئے، ہر باب کے تحت الگ سے تصنیف لانے کا فیصلہ کیا تو انہوں نے احکام حدیث کی تدوین کا شرف حاصل کیا، ان میں سے چند حضرات کے اسما درج ذیل ہیں۔

مکہ مکرمہ میں حضرت امام ابن جریج، مدینہ منورہ میں امام مالک، یا امام ابن اسحاق، بصرہ میں امام ربیع ابن صبیح، امام سعید بن ابی عروبہ، یا امام حماد بن سلمہ، کوفہ میں امام سفیان ثوری، شام میں امام اوزاعی، واسط میں امام ہشیم، یمن میں امام معمر، ریّ میں امام جریر بن عبد الحمید اور خراسان میں امام ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع حدیث میں تقدم کا شرف حاصل ہے، سیدنا امام عراقی اور علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مذکورہ بالا آئمہ محدثین ایک ہی زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے ہمیں یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ان میں سابق کون ہے؟"

(تدریب الراوی، ص62)

سیدنا امام ابوذئب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدینہ منورہ میں سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مؤطا سے بڑی مؤطا تصنیف کی، یہاں تک کہ سیدنا امام مالک سے کہا گیا: آپ کی تصنیف کا کیا فائدہ؟ جواب دیا: "ما كان لله بقی" جو کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو اس کے لیے بقا ہے۔ (مرجع سابق) بقیہ ص ۱۱ پر

اسلامیات

(از: مولانا غلام مصطفٰے نعیمی *

ماحول بدلیں، عادتیں خود بدل جائیں گی

اسلامیات

انسانی زندگی کے نشو ونما میں ماحول کا بڑا دخل ہوتا ہے... ہر انسان اپنے آس پاس کے ماحول سے متاثر ہوتا ہے... اسی کے مطابق سوچ وفکر پروان چڑھتی ہے... اسی لئے آقائے دوجہاں ﷺ فرماتے ہیں:

"اَلرَّجُلُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلُ۔ یعنی آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔" (ابوداؤد شریف، رقم الحدیث 4833)

انگریزی کی مشہور کہاوت ہے:

"The life is ten percent how to make it and Ninety percent how to take it."

یعنی دس فیصد زندگی وہ ہے جسے آپ خود بناتے ہیں لیکن نوّے فیصد زندگی ماحول بناتا ہے۔"

انسانی زندگی میں ماحول کی بہت اہمیت ہے، ماحول ہی انسان کی سوچ، شعور اور شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے جو جس ماحول میں رہتا ہے اس کا ذہن اسی کے مطابق کام کرتا ہے، اس لئے اچھے معاشرے اور بہترین شخصیت کی تشکیل کے لئے اچھا ماحول ہونا بے حد ضروری ہوتا ہے۔

علی بن جہم ایک طبع زاد اور فصیح وبلیغ شاعر تھا.... لیکن اس کا زندگی کا بڑا حصہ صحراؤں اور دیہاتوں میں گزرا تھا.... اکھڑ اور سخت مزاج لوگوں سے یاریاں تھیں... اسی وجہ سے بہترین شاعر ہونے کے باوجود علی بن جہم میں بھی روکھا پن اور اکھڑ مزاجی کا غلبہ تھا.... اس زمانے میں خلیفہ ابوجعفر متوکل علی اللہ (پ 207ھ—م 247ھ) تخت خلافت پر متمکن تھا... ایک مرتبہ علی بن جہم وارد بغداد ہوا تو لوگوں نے اسے ترغیب دلائی کہ تم بھی خلیفہ کی شان میں کوئی قصیدہ لکھو اور انعام واکرام حاصل کرو... علی بن جہم حصول انعام کے لئے دربار جا پہنچا... بڑے بڑے شعرا متوکل کی مدح سرائی میں رطب اللسان تھے... علی بن جہم نے بھی اپنی باری پر قصیدہ کہنا شروع کیا، مطلع تھا۔

أنتَ كَالكَلبِ فِي حِفاظِكَ لِلوُدِّ
وَكَالتَّسيِيسِ فى قِراعِ الخُطوبِ

یعنی آپ محبت کی حفاظت اور وفا شعاری میں کتے کی طرح ہیں اور مصیبتوں کے ٹالنے میں سانڈ کی مانند ہیں۔

أنتَ كَالدّلوِ لَا عَدِمتَ دَلواً
مِن كِبارِ الدّلاءِ كَثِيرِ الذّنوبِ

آپ ایک کنوئیں کی طرح ہیں جس کا بہنا کبھی بند نہ ہو، ایسا بڑا کنواں جو پانی بڑھا کر دیتا ہے۔

اشعار سنتے ہی خلیفہ کی تیوریاں چڑھ گئیں... اب تک شعرا خلیفہ کو چاند، ستاروں، پہاڑوں اور شیروں سے تشبیہ دے رہے تھے.... لیکن علی بن جہم کتے سانڈ اور کنویں وغیرہ سے تشبیہ دے رہا تھا... غیظ وغضب میں حکم دیا، اس بے ادب کی گردن مار دی جائے.... جلاد تعمیل حکم کے لئے تیار تھا... اچانک خلیفہ کو احساس ہوا کہ علی بن جہم کے اشعار تو نہایت شستہ اور فصاحت سے لبریز ہیں بس تشبیہ غلط ہے... شاید اس کی نشست و برخاست گنواروں اور جاہلوں کے درمیان رہی ہے... جس کی وجہ سے یہ گنواروں جیسی مثالیں دے رہا ہے.... یہ خیال آتے ہی خلیفہ نے حکم دیا کہ علی بن جہم کو ایک عالیشان محل میں ٹھہرایا جائے.... خوب صورت کنیزیں انواع واقسام کے پھل اس کے آس پاس رکھے جائیں.... شہر کے ادبا اور ماہرین سخن سے

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

اس کی ملاقاتیں کرائی جائیں.... زندگی میں پہلی بار علی بن جہم اتنی نعمتوں اور آسائشوں سے آشنا ہوا... محل میں بڑے بڑے ادبا سے ملاقاتیں ہوتیں... ماہرین فنون سے تبادلہ خیال ہوتا... اسی طرح کئی ماہ گزر گئے.... ایک دن خلیفہ نے حکم دیا کہ علی بن جہم کو حاضر دربار کیا جائے.... علی بن جہم حاضر ہوا... حکم ہوا، ابن جہم! ہمارے لئے قصیدہ کہو.... علی بن جہم نے مطلع پیش کیا۔ ؎

عُیُون المَھا بَین الرُّصافة وَالجِسر
جَلَبن الھوٰی مِن حَیث أدرِی وَلَا أدری

گلشن اور پُل کے درمیان نیل گائے سی آنکھوں نے عشق کی آگ کو بھڑکا دیا، اس طرح کہ میں جان کر بھی نہیں جانتا۔

أعَدنَ لیَ الشَوق القدِیمِ وَلَم أکُن
سَلوت وَلٰکن زِدنَ جَمراً علیٰ جَمرِ

انہوں نے پرانے اشتیاق کو پھر سے جگا دیا جبکہ ابھی میرا غم غلط نہیں ہوا تھا، ان آنکھوں نے کوئلے پر کوئلہ رکھ کر سلگتی چنگاری ہوا دے دی ہے۔

اس کے بعد علی بن جہم اپنے فصیح اشعار سناتا رہا اور خوب صورت تشبیہات وتمثیلات سے خلیفہ کے دل کو دھڑکاتا رہا... اپنے اشعار میں علی بن جہم نے نیل گائے سی آنکھیں... چاند سورج جیسے استعارے استعمال کر کے خلیفہ کو سحر سخن کا اسیر بنا لیا.... خوش ہو کر خلیفہ نے علی بن جہم کو انعام واکرام سے مالامال کر دیا۔

غور کریں! کہ چند مہینوں علی بن جہم کے اندر یہ تبدیلی کس طرح آئی؟ جواب ہے: ماحول کی تبدیلی سے! خلیفہ نے ایک ذراسی تبدیلی سے علی بن جہم کی سوچ اور انداز فکر بدل دیا اور ماحول کی تبدیلی سے اس کی فطرت میں اتنی بڑی تبدیلی آ گئی۔

آج معاشرے میں لوگ اپنے دوستوں، رشتہ داروں اور بیوی بچوں کی سخت مزاجی اور بدخوئی کی شکایتیں کرتے ہیں.... کیا ہم نے کبھی ان کے خصائل وعادات بدلنے کی کوئی کوشش کی؟ بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ ضروری یہ ہے کہ تبدیلی کی شروعات ہم خود سے کریں... ترش روئی چھوڑیں... چہرے پر مسکراہٹ لائیں، غصہ ضبط کریں، تحمل وبردباری سے کام لیں، شکایت کی عادت ترک کریں... خوش رہنے کی وجہ تلاش کریں.... یہ کام گرچہ مشکل ہے لیکن ایک بار آپ اس پر عمل پیرا ہو گئے تو ماحول بدل جائے گا... ماحول بدلتے ہی آس پاس کے لوگوں کی عادات واطوار میں بھی نمایاں تبدیلی آئے گی۔ ؎

صرف لہجے کو بدلنے کی ضرورت ہے میاں
گفتگو آپ کی گل ریز بھی ہو سکتی ہے

□□□

ص ۲۲ رکا بقیہ........

کی پیروی کرے وہ اللہ تعالیٰ کی ناخوشی میں ہے جب تک اس سے جدا نہ ہو جائے۔'' (سنن الکبری للبیہقی حدیث 11444)

سچائی ہی حق ہے سچائی کے دامن کو مضبوطی سے پکڑیں

ہم سب کو چاہیے سچائی پر چلیں، جھوٹ کا سہارا کبھی نہ لیں، مصلحت کو شئے سے منہ بند نہ رکھیں، جھوٹوں کی بھڑ دیکھ کر نہ ڈریں بقول شاعر ؎

جھوٹ کے آگے پیچھے دریا چلتے ہیں
سچ بولا تو پیاسا مارا جائے گا

سچ بولیں، سچ اور حق کا ساتھ دیں سچوں کے ساتھ رہنے کی تلقین قرآن نے جا بجا فرمائی ہے، جھوٹ کے عذاب سے ڈرایا ہے، سچائی میں برکت ہے اس کی اہمیت قرآن میں کئی جگہ ہے سورۂ احزاب کی آیت 24 اور 70-71 میں ہے:

''یُصۡلِحۡ لَکُمۡ أَعۡمَالَکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوبَکُمۡ وَمَن یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُولَہُ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزاً عَظِیماً۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہا کرو، اللہ تمہارے اعمال تمہارے لیے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔''

سچ بولیں یاد رکھیں سچ کبھی مرتا نہیں جھوٹ زیادہ دیر زندہ نہیں رہتا، اللہ ہم سب کو سچ بولنے جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

□□□

(از: عالمہ کنیز حسین مالکی*

ایسے ہوتی ہے تقدس کی حفاظت

اسلامیات

آج امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ العزیز کے فتاویٰ کو پڑھ کر اپنے قلوب واذہان کو جلا بخش رہی تھی اور فرحت وانبساط میں جھوم ہی رہی تھی کہ ایک ایسے مسئلے پر نظر پڑتی ہے، جسے پڑھ کر یہ احساس ہوا کہ اس دور میں اپنے اور بے گانے ہر ایک کو ایسی چشم کشا تحریریں پڑھتے رہنے کی ضرورت ہے تا کہ اسلاف کرام کی عزت وعظمت پر اٹھنے والی انگلیوں کے بازوؤں کو مروڑا جا سکے اور ساتھ ہی اپنے لوگوں کے کاموں اور باتوں میں مثبت اور صحیح پہلو جو اگرچہ بظاہر نظر نہ آتے ہوں لیکن اسے تلاش کر کے اس پر نظر رکھی جائے۔

تو آیئے! بلا تاخیر امام کی چشم کشا تحریر پڑھتے ہیں جو آپ نے سلطان الطائفہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جملے کی وضاحت میں ہے؛ آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو یہ فرمایا کہ:

لوائی ارفع من لواء محمد (رسول للہ صلی للہ تعالیٰ وسلم) یعنی میرا جھنڈا حضور اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے جھنڈے سے بلند ہوگا۔'' (تذکرۃ الاولیاء، ذکر بایزید بسطامی، ص ۱۱۲)

اسے اس کا یعنی زید کا نالائق حرکت کہنا، صوفیا صافی اور عارف بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں سخت گستاخی اور سفلہ پن ہے، نہ اس سے مساوات کی بو آتی ہے اور نہ فضیلت ہی استغفر اللہ پائی جاتی ہے؛ معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ارفعیت کا ادعا نسبت کرنا محض افترا (الزام تراشی) اور کج فہمی ہے حاشا کوئی ولی کیسے ہی مرتبہ عظیمہ پر ہو سرکار کے دائرہ غلامی سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا۔

اکابر انبیا تو دعویٰ مساوات کر نہیں کر سکتے، شیخ الانبیا خلیل کبریا (حضرت ابراہیم) علیہ الصلوٰۃ والثنا نے شب معراج حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ فضائل سن کر تمام انبیا و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا:

''بھذا فضلکم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (حدیث قدسی) ان وجوہ سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تم سب سے افضل ہوئے۔''

ولی کس منہ سے دعوی ارفعیت کرے گا اور جو کرے گا حاشا ولی نہ ہوگا شیطان ہوگا، حضرت سیدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال ونظائر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرہ موسیٰ ہوتے ہیں سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو درخت میں سے سنائی دیا:

''یموسٰی انی انا اللہ رب العالمین۔ (القرآن الکریم، ۲۸/ ۳۰) یعنی اے موسیٰ! بیشک میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا۔''

کیا یہ ہر پیڑ نے کہا تھا حاشا اللہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا، اسی نے وہاں فرمایا:

''یموسٰی انی انا اللہ رب العالمین۔ (ایضاً) یعنی اے موسیٰ! میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا۔''

اسی نے یہاں بھی فرمایا:

''سبحانی ما اعظم شانی۔ (تذکرۃ الاولیاء باب ۱۴/ ذکر بایزید بسطامی، مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور، ص ۱۱۲) یعنی

* مضمون نگار مفتی عبدالمالک ایڈیٹر دو ماہی رضائے مدینہ کی صاحبزادی ہیں۔

میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔''

اور ثابت ہو تو یہ بھی کہ:

''لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم۔ (تذکرۃ الاولیاء، باب ۱۴ ذکر بایزید بسطامی، مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور، ص ۸۹، ۱۱۲) یعنی میرا جھنڈا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے، بے شک لواء الٰہی، لواء محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے۔''

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے، بلا شبہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل۔

اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہو چکا، ظاہر بینوں بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ ''سبحانی ما اعظم شانی'' کہا کرتے ہیں، فرمایا: حاشا میں نہیں کہتا، کہا آپ ضرور کہتے ہیں، ہم سب سنتے ہیں، فرمایا: جو ایسا کہے واجب القتل ہے، میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں، جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر ماردو، وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے، یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا:

''سبحانی ما اعظم شانی'' مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے۔''

وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے، جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا، خود اس کے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا، جب افاقہ ہوا، دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں، فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا، وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا، واللہ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، کتاب السیر، ج 14 / ص 668-663)

◻◻◻

از: حافظ محمد ہاشم قادری صدیقی *

جھوٹ انسانیت کے لئے زہر ہلاہل ہے

مشیت الٰہی ہے کہ ہر زمانے میں نبیوں کو مبعوث فرمایا، دعوتِ توحید ورسالت کے بعد حق وصداقت کا اعلان بھی کرایا، رب ذوالجلالِ والاکرام سچا بادشاہ ہے وہ بڑی بلندی والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی عرش وکرسی کا مالکِ حقیقی ہے، اعلان خداوندی ہے :

''وَعۡدَ اللّٰہِ حَقًّا وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیۡلًا۔ یعنی اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟

(سورۂ نساء، آیت 122)

قرآن مجید میں سچائی کا ذکر 160 جگہوں پر آیا ہے، سچائی انسان کے اندر بہت سی خوبیوں کے جِلا کا سبب بنتی ہے، سچائی ہی ایسی نعمت ہے جو انسانوں کو گمراہیوں سے روک کر بہت سی برائیوں سے معاشرے کو پاک رکھتی ہے سچ بہت بڑا عمل ہے، رب تعالیٰ ارشاد فرمارہا ہے:

''اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَیَجۡمَعَنَّکُمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ وَمَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیۡثًا۔ یعنی اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔''

اللہ عزوجل سے زیادہ کس کی بات سچی یعنی اس سے زیادہ سچا کوئی نہیں اس لیے کہ اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا ناممکن ومحال ہے کیونکہ جھوٹ عیب ہے اور ہر عیب اللہ عزوجل کے لیے محال (ناممکن وہ جملہ عیوب سے پاک ہے۔ (سورۂ نساء، آیت 87)

سچائی بہت بڑی نعمت ہے، اسی لئے حق سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک سچے لوگوں کا اعلیٰ رتبہ ہے، ہمارا رب سچا، ہمارے نبی سچے جن کو ساری دنیا صادق الوعد الامین کے نام سے جانتی ہے، ہمارا قرآن جو کلام الٰہی ہے وہ سچا ہے، ایمان والے سچے، اللہ کے متقی پرہیزگار بندے سچے اور ان سچوں کے ساتھ رہنے والے سچے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

''یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ۔ یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔''

(سورۂ توبہ، آیت 119)

جھوٹ اور سچ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں

جھوٹ بے اصل، واقعہ کے خلاف بولنا، جھوٹ کا پتلا، بہت جھوٹ بولنے والا وغیرہ وغیرہ، قرآن مجید میں جھوٹ کا ذکر اور مذمت 91 جگہوں پر آیا ہے جھوٹ بولنے پر سخت عذاب اور وعید آئی ہے، قرآن مجید میں جابجا واضح احکام موجود ہے :

'' فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا وَلَھُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ۔ یعنی ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اضافہ کردیا اور ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔''

جھوٹ بولنا حرام ہے اور اس پر دردناک عذاب کی وعید ہے، ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جھوٹ سے بچے، یہ بیماری (جھوٹ بولنے کی) ہر زمانے اور ہر قوم میں پائی جاتی ہے، قرآن مجید، احادیث طیبہ وسیرت رسول ﷺ میں جھوٹ کے خلاف بہت سخت احکام پائے جاتے ہیں۔

دوسرے مذاہب میں تو جھوٹ کو عیب نہیں سمجھا جاتا ہے جیسے کہ بڑی ذات کے کسی شخص نے جھوٹ بولا تو وہ قابل معافی ہے، لیکن کسی چھوٹی ذات کا شخص بولے تو وہ قابل مواخذہ ہے، مذہب اسلام میں بڑے چھوٹے کے امتیاز کے بغیر جھوٹا شخص قابل مواخذہ ہے، سیرت رسول ﷺ ہمارے لیے مشعل راہ

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ، اسلام پور جمشید پور کے امام وخطیب ہیں۔

role model ہے، آپ ﷺ کی زندگی ساری دنیا کے لیے مثالی شخصیت ہے۔

محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین

مخبر صادق ﷺ ظاہری اعلان نبوت سے پہلے ہی صادق الوعد الامین کے لقب سے جانے جاتے تھے اور یہ لقب اُن لوگوں نے دیا تھا جو ابھی آپ پر ایمان نہیں لائے تھے، رحمتِ عالم ﷺ کے مزار اقدس کی جالیوں میں جلی حرفوں میں لکھا ہوا ہے :

"اللہ لا الہ الا اللہ الملك الحق المبین محمد محمد رسولُ اللہ صادق الوعد الامین۔"

آپ ﷺ کی سچائی امانت داری کی وجہ سے ہی مشرکین مکہ نے" معاہدہ عبد اللہ بن جدعان" کے لیے آپ کی سرپرستی قبول کی تھی، بڑے اور دبنگ لوگ ظلم وزیادتی کا بازار گرم کئے رہتے، اس کے خاتمے کی کوشش آپ ﷺ نے فرمائی اور لوگوں کو" عبد اللہ بن جدعان تیمی کے گھر" جمع فرمایا کیونکہ وہ سن وشرف میں ممتاز تھا اور آپس میں عہدو پیمان agreement کیا گیا کہ مکہ میں جو بھی مظلوم نظر آئے گا، خواہ وہ مکے کا رہنے والا ہو یا کہیں اور کا، ہم سب اس کی مدد اور حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اسے اس کا حق دلوا کر رہیں گے، اس اجتماع میں رسول کریم ﷺ بھی تشریف فرما تھے، یہ معاہدہ دور جہالت میں ہوا تھا، آپ ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد بھی فرمایا کرتے تھے، میں عبد اللہ بن جدعان کے مکان پر ایک ایسے معاہدے میں شریک تھا کہ مجھے اس کے عوض سُرخ اونٹ بھی پسند نہیں ہیں اور اگر (دورِ) اسلام میں بھی مجھے اس عہدو پیمان کے لئے بلایا جاتا تو میں لبیک کہتا۔ (حدیث بیہقی شریف)

رسول اللہ ﷺ نا صرف اسے پسند فرماتے، بلکہ اعلان نبوت کے بعد بھی اس پر عمل فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی معاہدہ انسانیت کے مطابق ہو تو اس پر ہر حال میں عمل کیا جانا چاہئے خواہ اس معاہدہ کا آغاز غیر مسلم حکمرانوں کی جانب سے ہی کیا گیا ہو، جھوٹ، مکرو فریب، ظلم وزیادتی اُس زمانہ میں بھی تھے اور آج اگر یہ کہا جائے کہ اُس زمانہ سے کہیں زیادہ ہے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

جھوٹ فن یا گناہ، فیصلہ کون کرے؟

جھوٹ ایک کریہہ گناہ ہے، جھوٹ بولنے والے کو لوگ بُری نگاہوں سے دیکھتے ہیں، لیکن آج جھوٹ نے ART، ہنر، آرٹ، استادی، گُن، ڈھنگ، کاریگری، کی حیثیت حاصل کرلی ہے۔

نامرادانِ محبت کو حقارت سے نہ دیکھ
یہ بڑے لوگ ہیں، جینے کا ہنر جانتے ہیں

جھوٹ تو جھوٹ ہے اس میں اچھائی اور بھلائی کہاں؟ سچے انسان کے لیے" جھوٹ" میں کوئی اچھا مقصد ہوسکتا ہے، لیکن جھوٹے انسان کا" سچ" بھی صرف آگ لگانے کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے آج کل عام ہوگیا ہے اور اب تو جھوٹ کو بُرا ہی نہیں سمجھا جاتا ہے کیا کوئی بُرائی، یا گناہ اگر عام ہوجائے، پھیل جائے تو کیا وہ بُرا نہیں مانا جائے گا؟ یا وہ گناہ کی فہرست سے نکال دیا جائے گا؟ استغفر اللہ استغفر اللہ! اسلام میں کوئی بھی گناہ کو برا کہا گیا بلکہ اس کی مذمت قرآن واحادیث میں بھی آئی ہے، جھوٹ بولنے پر دل کی بیماری بڑھتے ہی جاتی ہے، یعنی اس کے جھوٹ میں بڑھوتری ہوتی رہتی ہے اور وہ ذرہ برابر جھوٹ بولنے میں شرم، عار محسوس نہیں کرتا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"سچائی کو اپنے اوپر لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور جنت کا راستہ دکھاتی ہے، آدمی برابر سچ بولتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔" (مسلم حدیث 105-2607)

جھوٹ چھوڑنے پر انعام

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلامیات

''جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور جھوٹ باطل ہے (یعنی جھوٹ چھوڑنے کی ہی چیز ہے) اس کے لئے جنت کے کنارے میں مکان بنایا جائے گا۔'' (ترمذی حدیث 3400-2000)

جھوٹ پر خاموشی! مصلحت یا خوفِ خدا سے دوری؟

آج سیاست ہو، عوامی زندگی ہو، یہاں تک کی خواص بھی جھوٹ کے عادی ہو گئے (دو چار کو چھوڑ کر الا ماشا اللہ) جھوٹ بولنے والے سمجھتے ہیں کہ جھوٹ ہی سے ترقی ملے گی شاید؟ بقول شاعر ؎

جھوٹ بولنے والے کہیں سے کہیں بڑھ گئے
اور میں تھا کہ سچ بولتا رہ گیا

یا لوگ منہ اس لیے بند رکھتے ہیں۔ ؎

بولوں اگر میں جھوٹ تو مر جائے گا ضمیر
کہہ دوں اگر میں سچ تو مجھے مار دیں گے لوگ

لوگ جو بھی سوچیں سچ اور حق یہی ہے، جھوٹ بولنے والا کبھی فلاح نہیں پاتا خواہ کتنا ہی بڑا انسان ہو جھوٹ ہی اسے لے ڈوبتا ہے، جھوٹ دین دنیا دونوں برباد کرتا ہے، ہمارے معاشرے میں خاص کر سیاست میں جھوٹ جھوٹ جھوٹ اتنا جھوٹ کی شیطان نے اب جھوٹ بولنا بند کر دیا ہے اپنا کام نیتاؤں کے سپرد کر دیا ہے، اخبارات، ٹی وی، سوشل میڈیا وغیرہ وغیرہ سب میں دولت کی ریل پیل سے سچ کو دبانے کا کام ہو رہا ہے، غریبوں کی آہیں، سسکیاں کبھی رائیگاں نہیں جاتیں، محلہ، گاؤں، شہر پورے ملک میں بغیر آکسیجن oxygen لاکھوں لوگ مر گئے سچ کو دبا کر جھوٹ پھیلایا جا رہا ہے کہ آکسیجن کی کمی سے کوئی مرا ہی نہیں توبہ توبہ! بی بی سی 1 مئی 2021 رپورٹ پڑھیں اور بھی میڈیا پڑھیں سمجھ میں بات آجائے گی، گھروں میں جھوٹ عام بات ہو گئی ہے جس سے بچے جھوٹ کے سایہ میں پل رہے ہیں، شوہر اور بیوی بھی ایک دوسرے سے جھوٹ بول رہے ہیں، اس کی نحوست سے بات طلاق تک پہنچ رہی ہے۔

علمائے کرام، خطبا کا تو کیا کہنا! زیادہ تر کا بُرا حال ہے، ایسا نہیں کہ سچ بولنے والے ہیں ہی نہیں؟ لیکن حالات خراب ہی ہیں کچھ کو چھوڑ کر الا ماشا اللہ! کتاب وسنت و رسول اللہ ﷺ کی سیرت پاک میں جھوٹ کی بہت سختی سے جھوٹ کی مذمت کی گئی ہے اور سچائی کی اہمیت و فضیلت کو بہت زیادہ اجاگر کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لَّعۡنَتَ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰذِبِيۡنَ۔ یعنی جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔'' (سورۂ آل عمران، آیت 61)

بہت سی جگہوں پر جھوٹ کی برائی مذمت آئی ہے، جھوٹی گواہی دینے کی سخت انداز میں عذاب کی وعید رب تعالیٰ نے فرمائی:

''وَالَّذِيۡنَ يَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا۔ یعنی اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب کسی بیہودہ بات کے پاس سے گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔'' (سورۂ فرقان، آیت 72)

پیسے لے کر جھوٹی گواہی دینا عام بات ہو گئی ہے یا اپنوں کو بچانے کے لیے بھی جھوٹی گواہی دیتے ہیں، آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جھوٹی گواہی نہ دینا اور جھوٹ بولنے سے تعلق نہ رکھنا ان کی مجلس سے دور رہنا اُن سے میل جول نہ رکھنا کامل ایمان والوں کی خوبی و نشانی ہے۔ (تفسیر مدارک، ص 811)

جھوٹی گواہی دینا انتہائی مذموم عادت ہے، احادیث کثیرہ میں اس کی شدید مذمت ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جھوٹے گواہ کے قدم ہٹنے بھی نہیں پائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم واجب کر دے گا۔''

(ابن ماجہ، 3-123/حدیث 2373)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کوئی شخص لوگوں کے ساتھ یہ ظاہر کرتے ہوئے چلا کہ یہ بھی گواہ ہے حالانکہ یہ گواہ نہیں وہ بھی جھوٹے گواہ کے حکم میں ہے اور جو بغیر جانے ہوئے کسی کے مقدمہ

بقیہ ص ۱۷ / پر

از: مولانا محمد پرویز عالم علیمی

علما کے مناقب و درجات! قرآن و حدیث کی روشنی میں

قلم کی دنیا میں ابھی چند دن پہلے قدم رکھا ہے اور اِس پر خدائے رب قدیر کی بارگاہ میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں کہ قدم کی آہٹ بہت دور تک محسوس کی گئی اور کئی افراد تو سہم ہی گئے، مانو قلم نہیں ننگی تلوار سے ان کا سر کاٹ کر پھینک دیا ہو خیر! اپنے ہی لوگوں کے طعن و تشنیع سے دِل افسردہ ضرور ہے لیکن پھر بھی پوری قوت سمیٹ کے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لکھ رہا ہوں، کیوں کہ میں نے تہیہ کرلیا ہے کہ میری ذات پر کتنے بھی حملے کئے جائیں، انہیں شیریں شربت سمجھ کر حلق کے نیچے اتارلوں گا، لیکن اگر شریعت کا مزاق اڑایا گیا، معمولات وعقائد اہل سنت پر نشتر زنی کی گئی یا اکابرین کی بارگاہ میں گستاخی و بے ادبی کی گئی تو آہنی دیوار بن کر کھڑا رہوں گا اور ان کو انہیں کی زبان میں جواب دینے کی سعی پیہم کرتا رہوں گا۔

طرفہ تماشہ تو یہ ہے جن کے بھیجے میں آسان اور سلیس اردو نہیں گھستی انہیں علامۃ الدہر جیسے عظیم لقب سے ملقب کر دیا جاتا ہے اور وہ بھی اِس پر پھولے نہیں سماتے کہ مجھے بھاری بھرکم القابات وخطابات سے شرفیاب کیا جارہا ہے، ان کے علم وبصیرت پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے جو اردو کے جملے اور اس کے لب لباب تک سے آگاہ نہیں وہ بھی سوشل میڈیا پر اپنی مجتہدانہ صلاحیت کا مظاہرہ کرتے پھر رہے ہیں۔ آخر میں ان کی فکر وفہم کے افلاس کا شکوہ کس سے کروں سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک مومن شریعت کے معاملے میں اتنا بے باک اور جری کیسے ہوسکتا ہے، اللہ ایسے نااہلوں سے عوام اہل سنت کو بچائے رکھے۔

سوشل میڈیا پر علمائے کرام بالخصوص مسلک اعلیٰ حضرت پر سختی سے عمل پیرا علمائے کرام کی تذلیل وتضحیک کی ایک مہم چلائی جارہی ہے، تو میں نے سوچا کہ ان کے فضائل و درجات، توقیر وعظمت، تقدیس و پاکیزگی کو ہی عوام اہل سنت کی بارگاہ میں پیش کر دیا جائے اور مخالفین کا قلع قمع کیا جائے۔

خیر! اب نقطۂ آغاز کی طرف چلتے ہیں اور قرآن کریم میں علمائے ربانیین کے فضائل ومراتب کا جائزہ لیتے ہیں، اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے:

”انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا۔ یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔“

”یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجت۔ یعنی اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا ہے درجے بلند فرمائے گا۔“

”فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون۔ یعنی کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنائے اس امید پر کہ وہ بچیں۔“

”قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب۔ یعنی تم فرماؤ کیا جاننے والے اور انجان برابر ہیں، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔“

احادیث مبارکہ میں علمائے عظام کے کمالات کا تذکرہ بھی سماعت فرما لیتے ہیں، حضرت ابو امامہ سے مروی، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہے جیسے میری فضیلت تمہارے ادنیٰ پر اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان وزمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنی سوراخ میں اور مچھلی اس کی بھلائی کے خواہاں ہیں

اسلامیات

جولوگوں کو اچھی چیز کی تعلیم دیتا ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا ایک فقیہ ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخط ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دو حریص آسودہ نہیں ہوتے، ایک صاحب علم اور دوسرا صاحب دنیا مگر یہ دونوں برابر نہیں صاحب علم اللہ کی خوشنودی حاصل کرتا رہتا ہے اور صاحب دنیا سرکشی میں بڑھتا جاتا رہتا ہے، اس کے بعد حضرت عبداللہ نے یہ آیت پڑھی: کلا ان الانسان لیطغی، ان راہ استغنی۔ (ہاں ہاں بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے، اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔) اور دوسرے کے لئے فرمایا: انما یخشی اللہ من عبادہ العلمؤا۔ (اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک گھڑی رات میں پڑھنا پڑھانا ساری رات عبادت سے افضل ہے، دوستو! متذکرہ بالا ایات قرآنیہ وآحادیث طیبہ کی روشنی میں یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ حق کو علمائے کرام کی تنقیص وتہدید کرنا گویا قرآن وآحادیث کے بتائے ہوئے فرامین سے دشمنی مول لینا ہے، ان کے تئیں بدظنی کا شائبہ بھی رکھنا قعر مذلت کو اپنے گلے لگانے کے مترادف ہے۔

لہٰذا میں ان لوگوں سے بلا دغدغہ مخاطب ہوں جو اپنی کم علمی کی بنا پر ان حضرات پر زبان درازی کرتے ہیں، جو صحیح معنوں میں امت مسلمہ کی رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اپنے زبان کو روکیں ورنہ انجام بڑا بھیانک ہوگا، اس حیات مستعار میں جو سبکی ہوگی وہ الگ جب آپ کا نوشتہ اعمال خدا کے سامنے کھولے جائیں گے، یقین مانئے آپ کہیں کے نہیں رہ جائیں گے، اس لئے مجھے کہنے دیا جائے علمائے کرام کی شان میں گستاخی کرنا گو کہ اللہ ورسول سے جنگ لڑنا ہے، والہٰذا ہمیں چاہئے کہ علمائے حق کو قدر ومنزلت کی نگاہ دیکھیں، ان کی موجودگی کو اپنے لئے غنیمت جانیں، یہی ہمارے لئے نجات کا راستہ ہے۔

□□□

ص ۲۸ رکا بقیہ.........................

کے مطابق صرف دہلی میں تقریبا 500 علماء شہید کئے گئے، روہیل کھنڈ کے مختلف ضلعوں میں 5000 علمائے کرام نشانہ بنائے گئے تو اسی طرح بنگال میں 80,000 جنگ آزادی کے مجاہدین کو چن چن کر مارا گیا ان کی جائیدادیں ضبط کیں، انہیں جلاوطن کیا گیا، لاکھوں لوگ بے گھر کردیئے گئے، ہر طرف آہ و فغاں، چیخ وپکار کے علاوہ کچھ نہ سنائی دیتا تھا۔

1857ء کی ناکامی مشعل راہ بنی

بظاہر 1857ء کی جنگ آزادی ناکام ضرور ہوئی مگر ان شخصیتوں کی کارگزاری ہمت جواں مردی اور دوراندیشی نے وہ راستہ دکھادیا، جس پر آگے چل کر اہالیان ہند نے انگریزوں کو ملک سے نکال کر باہر کیا، ایسی بے شمار کہانیاں ہیں اور ایسے بے شمار مجاہدین ہیں جن کا کہیں ذکر نہیں مگر ان کی محنتیں رائگاں نہیں گئیں، ان کا خون بر باد نہیں گیا اور انہیں کے خون کی بنیاد پر آج ہمارا دیس اور ہم آزاد ہیں، یہی وجہ ہے کہ آزادی کے جشن کو ہم جب بھی مناتے ہیں تو ان بہادر مجاہدین کی قربانیوں ہم یاد کرتے ہیں، ان کو چھوڑ کر اگر ہم جشن آزادی مناتے ہیں تو ایسے جشن کا کوئی مطلب نہیں ہے انہوں نے جو سپنا دیکھا تھا کہ ایک ایسا ہندوستان جس میں ہر آدمی برابر ہو، ہر ایک کے ساتھ برابر کا سلوک کیا جائے، ایسا ہندوستان ابھی ہمیں بنانا ہے اور یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم کوشش کرکے جو کمیاں ابھی تک رہ گئی ہیں، ان کو دور کرنے کی کوشش کریں اور جنگ آزادی میں جان دینے والوں کے خون کو رائیگاں نہ ہونے دیں ان کی آرزوؤں اوران کی خواہشات کے مطابق مذہب یا کسی قوم کے حقوق صرف اس بنا پر ہم سلب نہ کرلیں کہ وہ کمزور یا اقلیت میں ہیں کوئی بھوک سے نہ مرے کوئی بچہ تعلیم سے محروم نہ رہے کوئی بیوہ اپنا جسم بیچنے کو مجبور نہ ہو جس دن ہم ایسا ہندوستان بنالینگے اس دن علامہ فضل حق خیرآبادی جیسے عظیم مجاہدین کو ہم صحیح معنوں میں خراج عقیدت پیش کرنے کے حق دار ہوں گے۔

□□□

از: مولانا مجتبیٰ اشرف عظیم آبادی*

بدمذہبوں سے میل جول رکھنا کیسا؟

بد مذہبوں سے رشتے کے تعلق سے خداوند قدوس سورۂ انعام میں ارشاد فرماتا ہے:

''واما ینسینك الشیطان فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ یعنی اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھ۔''

اس آیت کے تحت حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''تفسیرات احمدیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''دخل فیه الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلھم ممتنع۔ یعنی ظالم لوگوں میں داخل ہیں کافر، بدمذہب اور فاسق اور ان سب کے اٹھنا بیٹھنا منع ہے۔''

پروردگار عالم سورۂ ہود میں ارشاد فرماتا ہے:

''ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ یعنی اے میرے بندو! ظالموں کے ساتھ میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں آگ چھوئے گی۔''

اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جس کے عقیدہ میں خرابی ہو، جو آقا علیہ الصلاۃ والتسلیم یا صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یا اولیائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ کا گستاخ ہو، مسلم شریف میں ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ یعنی اے میرے غلامو! بدمذہبوں سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔''

سنیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ ورسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ ہماری کوئی بھلائی چاہنے والا نہیں، ان سے زیادہ ہمارا کوئی خیر خواہ نہیں، تو ہمارے ماوی وملجا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس چیز کی طرف بلائیں یقیناً اسی میں دونوں جہاں کی بھلائی ہے اور جس چیز سے منع فرمائیں یقیناً اس میں ضرر ونقصان ہے، ہمیں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن مبارک کو مضبوطی سے تھام لینا چاہئے ان کے قدموں سے لپٹ جانا چاہئے اور پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، ائمہ دین، اولیائے کرام کے گستاخوں، بے ادبوں کو خود سے دور اور خود کو ان سے دور کرلینا چاہئے کہ کہیں وہ ہمیں گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابن حبان اور طبرانی میں ہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذ مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم۔ یعنی بدمذہبوں کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ داری قائم نہ کرو، وہ بیمار پڑ جائیں تو ان کی عیادت نہ کرو اور مرجائیں تو نماز جنازہ نہ پڑھو۔''

اور کنز العمال میں ہے:

''ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ ہی بدمذہبوں کی نماز جنازہ پڑھو اور نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھو۔''

صحابۂ کرام، تابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حکم پر کس طرح عامل رہے ملاحظہ فرمائیں، امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ کسی مسافر کو مسجد نبوی شریف میں بھوکا پایا تو اسے اپنے ساتھ کاشانۂ خلافت میں لے آئے اور اس کے

تقدونظر

لئے کھانا منگوایا تو جب وہ کھانے کے لئے بیٹھا تو اس سے کوئی بات بدمذہبی کی ظاہر ہوئی تو فوراً آپ نے حکم فرمایا کھانا اٹھالیا جائے اور اسے بھی نکال دیا جائے۔

اسی طرح سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے آکر عرض کیا کہ فلاں شخص نے سلام کیا ہے، آپ نے فرمایا:

''لا تقرأه مني السلام فاني سمعت انه احدث۔ یعنی میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے کہ اس نے کچھ بدمذہبی نکالی ہے۔''

اسی طرح سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، ان کو ایک دفعہ راستے میں ایک بدمذہب ملا اس نے کہا حضور! کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: میں تم سے کچھ نہیں سننا چاہتا۔

اسی طرح امام محمد بن سیرین جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں، ان کے پاس دو بدمذہب آئے اور کہا کہ میں آپ کو کچھ آیتیں سنانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: میں نہیں سننا چاہتا پھر انہوں نے کہا کہ میں آپ کو کچھ حدیثیں سنانا چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: میں کچھ بھی نہیں سننا چاہتا پھر جب انہوں نے اصرار پر اصرار کیا کہ کچھ سن لیں، تو آپ نے فرمایا: تم دونوں چلے جاؤ یا میں چلا جاتا ہوں، آخر کار وہ خائب وخاسر ہو کر چلے گئے تو وہاں بیٹھے لوگوں نے آپ کی بارگاہ میں عرض کیا: حضور! آپ کو کیا حرج تھا، اگر وہ کچھ آیتیں، یا حدیثیں سناتے، آپ نے فرمایا: مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ آیات واحادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل نہ لگائیں اور تاویل میرے دل میں رہ جائے تو میں ہلاک ہو جاؤں۔ (الدلائل القاهرة على الكفرة النياشرة)

اللہ اکبر! ائمہ کرام، محدثین عظام اس قدر بدمذہبوں سے اجتناب کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے صدقے بدمذہبوں سے اسی طرح اجتناب کرنے کا جذبہ عطا فرمائے اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وفادار، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اولیائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کی بارگاہوں کا باادب بنائے اور انھیں کی عقیدت ومحبت میں جینے مرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

□□□

ص ۳۵ / کا بقیہ.............

کہ قرآنِ کریم کا حِسابی نظام اللہ کا ایسا شاہکار معجزہ ہے جس کا جواب قیامت تک کبھی بھی نہیں ہوسکتا اور قرآن میں اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ "پوچھ لو گنتی کرنے والوں سے۔"

ہمیں چاہیئے کہ قرآن پاک کی روز تلاوت کیا کریں، اللہ رب العزت ہم سب کو قرآن پاک پڑھنے، سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے دِلوں میں ایمان واسلام کو راسخ فرمائے اور احکام الٰہی پر پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

□ □ □

ص ۴۵ / کا بقیہ.............

رہنے کی نصیحت کی جائے تو وہ کہتی ہیں کہ:

" شرم تو آنکھوں میں ہوتی ہے، ہمارا کردار اچھا ہے تو ہم کیوں پردہ کریں۔"

اُن بہنوں سے میرا ایک ہی سوال ہے کہ کیا تم خاتون جنت سے زیادہ، ازواج مطہرات سے زیادہ پاکیزہ ہو؟ کہ جن کی پاکیزگی پر قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں، جن کی شان خود رب تعالیٰ نے بیان فرمائی، تو جب اُنھیں پردے میں رہنے کا حکم ہے تو تمہاری کیا حیثیت ہے؟

اوپر کی آیت کے پیش نظر میری دینی بہنوں کو ایک ہی پیغام ہے کہ تم اپنے اس مقام ومرتبے کو پہچانو، تم اہل اسلام کی ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہو، عزت دار اور سچے مذہب ''اسلام'' کی خاتون ہو، لہٰذا اپنے مرتبہ کو پہچانو، غیر مردوں کی غلامی سے، بے حیائی سے، فیس بک کی ناجائز دوستی سے، اپنے آپ کو کافر عورتوں اور اُن جیسی سوچوں سے الگ رکھو، اللہ ہمیں خاتون جنت کے صدقے عمل کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اُن کی کنیزات میں شامل فرمائے، آمین۔

□ □ □

از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی

اسلاف و اخلاف

یہ حقیقت ہے کہ جو قوم تاریخ کو بھلا دیتی ہے جغرافیہ بھی اس قوم کو فراموش کر دیتا ہے مگر اس سے بڑی ایک اور تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ جو قوم اپنے جغرافیہ کے تحفظ و بقا کا بیڑا نہیں اٹھاتی اور محض تاریخی مقبروں کی "مجاور" بن کر بیٹھی رہتی ہے، تاریخ اپنے خوبصورت اوراق میں انھیں کبھی کوئی جگہ نہیں دیتی۔
(رائے کمال محمد)

تحریک آزادی میں ایک سے بڑھ کر ایک جیالے نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کر کے اس ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نکالا ہے مگر سہرا کے حق دار علامہ فضل حق خیرآبادی علیہ الرحمہ ہی ہیں تو آئیے انکی زندگی کے چند پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔

نام و نسب، پیدائش

"تحریک آزادی" کے محرک اوّل حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی (متولد ۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء۔ متوفی ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء) کی ولادت باسعادت دہلی کی صدر الصدور حضرت علامہ فضل امام فاروقی خیرآبادی کے یہاں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

آپ نے اپنے والد کے علاوہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے تعلیم و تربیت حاصل کی، تیرہ سال کی عمر میں مروّجہ علوم نقلیہ و عقلیہ کی تکمیل کر لی، آپ ایک یگانۂ روزگار عالم دین تھے، عربی زبان و ادب کے مانے ہوئے ادیب اور شاعر تھے، آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑیں، بہادر شاہ ظفر کے ساتھ مل کر ہندوستان کو انگریزوں کے پنجۂ ناپاک سے آزاد کرانے کی جی توڑ محنت کی اور اسی پاداش میں جزیرہ انڈمان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے مالک حقیقی سے جا ملے۔

ابر رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

تحریک آزادی کو فتویٰ "جہاد" سے ملا نیا رخ

مئی ۱۸۵۷ء میں میرٹھ اور دوسری چھاؤنیوں میں کارتوسوں کا معاملہ کافی زور پکڑ چکا تھا، کارتوسوں میں گائے اور سور کی چربی کی آمیزش کی خبر سے مسلم اور ہندو فوجی بگڑ بیٹھے تھے، چنانچہ اس سلسلے میں علامہ عبدالشاہد شیروانی لکھتے ہیں:

"علامہ سے جنرل بخت خاں ملنے پہنچے، مشورہ کے بعد علامہ نے آخری تیر ترکش سے نکالا، بعد نماز جمعہ جامع مسجد (دہلی) میں علما کے سامنے تقریر کی، استفتا پیش کیا، مفتی صدر الدین آزردہ، مولوی عبدالقادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خاں اکبرآبادی اور سید مبارک شاہ رام پوری نے دستخط کئے، اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں عام شورش بڑھ گئی، دہلی میں نوے ہزار فوج جمع ہو گئی تھی۔" (تاریخ ذکاء اللہ، بحوالہ: باغی ہندوستان، ص ۲۱۵)

فتوئ "جہاد" مسلمانوں کے لئے کیسی حیثیت رکھتا ہے یہ انگریزوں کو علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوئ جہاد دینے کے بعد محسوس ہوا، دہلی سے علمائے کرام کی جانب سے جاری اس فتوے کے بعد مسلمان جوق در جوق اپنی جانوں کی پروا کئے ہوئے بغیر نکل پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان بھر میں انگریزوں کے خلاف آزادی کی ایک عظیم لہر دوڑ گئی اور گلی گلی، قریہ قریہ، کوچہ کوچہ، بستی بستی، شہر شہر وہ لڑائی جھگڑا ہوا کہ انگریز حکومت کی چولیں ہل گئیں، مگر انگریزوں نے کچھ کو ڈرا دھمکا کر اور کچھ کو حکومتی لالچ دے کر اس تحریک آزادی کو کچل دیا، آزادی کی اس تحریک کو کچل تو دیا گیا مگر حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی

نے آزادی کا جو سنگ بنیاد رکھا تھا تقریباً نوے سال بعد اس پر ہندوستانی جیالوں نے آخری اینٹ رکھ کر تعمیر مکمل کر دی۔

انگریزوں کی وعدہ خلافی اور علامہ کا پائے استقلال

دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہونے کے بعد کسی طرح یہاں سے نکل کر علامہ فضلِ حق خیر آبادی اودھ (لکھنؤ) پہنچے، لیکن ملکہ وکٹوریہ کے عام معافی نامہ پر بھروسا کر کے آپ واپس لوٹے تو انگریزوں نے وعدہ خلافی کرتے ہوئے آپ کو گرفتار کرلیا، جب عدالت میں آپ کی پیشی ہوئی تو آپ کے چہرے کی وجاہت دیکھ کر گواہ مکر گیا اور کہا کہ" جنھوں نے جہاد کا فتویٰ دیا تھا، وہ یہ نہیں ہیں" علامہ چاہتے تو بچ سکتے تھے مگر انھوں نے نہ معافی مانگی اور نہ ہی حکومت وقت کے سامنے سرخم کیا بلکہ آپ نے جرأت فاروقی کا وہ مظاہرہ کیا کہ انگریز بھی حیران رہ گئے، علامہ فضل حق خیر آبادی بول اٹھے: جج صاحب یہ گواہ نہ جانے کس بنا پر مجھے پہچاننے سے انکار کر رہا ہے، میں ہی وہ ہوں جس نے دہلی کی جامع مسجد میں کھڑے ہو کر" جہاد" کا فتویٰ دیا تھا، جنوری 1859ء میں آپ کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلا آپ نے اپنا مقدمہ خود لڑا اور عدالت میں کہا کہ:

" جہاد کا فتویٰ میرا لکھا ہوا ہے اور میں آج بھی اپنے اس فتویٰ پر قائم ہوں۔"

آپ کے اقبالیہ بیان کے بعد آپ کو کالا پانی کی سزا دی گئی، انگریزوں کی وعدہ خلافی کے متعلق آپ اپنی کتاب جو جزیرہ انڈمان میں آپ نے لکھی، اس میں لکھتے ہیں:

" اس ظالم حاکم نے میری جلاوطنی اور عمر قید کا فیصلہ صادر کر دیا اور میری کتابیں جائیداد، مال ومتاع اور اہل وعیال کے رہنے کا مکان غرض ہر چیز پر غاصبانہ قبضہ کرلیا، اس شرمناک رویہ کا تنہا میں شکار نہ تھا بلکہ بہت سی مخلوق خدا اس سے بڑھ چڑھ کر ناروا سلوک سے دوچار ہوئی، انہوں نے عہد وپیمان توڑ کر ہزاروں مخلوق خدا کو پھانسی، قتل، جلاوطنی، قید وحبس میں بلا تأمل مبتلا کر دیا، وعدہ خلافی کر کے بے شمار نفسوں اور لاتعداد نفیس چیزوں کو تباہ کر ڈالا، اس طرح خون ناحق شمار سے آگے بڑھ گیا، اسی طرح شریف وغیر شریف قیدیوں کی تعداد حد سے زیادہ بڑھ گئی، خصوصاً دہلی اور ہمارے دیار کے علاقے جہاں شریف خاندانوں کے شہر کے شہر، گاؤں کے گاؤں، قصبے کے قصبے آباد تھے، ان شرفا وعظما کے پاس ایک رئیس نے جو اسلام وایمان کا مدعی بھی تھا دارالریاستہ میں طلبی کے ساتھ امن وامان کا پیغام بھیجا، وہاں پہنچنے پر اپنے وعدہ سے پھر کر انگریزوں کی خوشنودی کی خاطر غداری کر کے سب کو گرفتار کرلیا، ان سب کو ہتھکڑی اور بیڑی پہنا کر قید کر دیا، اکثر شرفا کو قتل اور باقی کو قید اور جلاوطنی اور طرح طرح کے عذاب میں مبتلا کر دیا۔'' (الثورۃ الہندیہ، ص298 تا 290)

جب ان کا بیٹا عبدالحق خیر آبادی انہیں آزاد کروانے کے لیے پورٹ بلیئر پر 13 فروری 1861ء کو پہنچا تب تک بہت دیر ہو چکی تھی، علامہ فضل حق خیر آبادی کو ایک روز قبل ہی 12 فروری کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا تھا. جزیرہ انڈمان کا خاکہ کھینچتے ہوئے، علامہ فضل حق خیر آبادی یوں رقمطراز ہیں:

" ترش رو دشمن نے مجھے دریائے شور (کھارے پانی) کے کنارے ایسے پہاڑ پر پہنچا دیا ہے، جہاں سورج ہمیشہ سر پر رہتا ہے، اس کی نسیم صبح تیز گرم ہوا سے بھی زیادہ سخت ہے، اس کی غذا حنظل (بہت ہی کڑوا پھل) سے زیادہ کڑوی، اس کا پانی سانپوں کے زہر سے زیادہ نقصان دہ ہے، اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا ہے، اس کی زمین آبلے دار ہے، اس کی ہوا ذلت وخواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی ہے۔"

دہلی میں مسلمانوں کا قتل عام

1857ء کی بغاوت کا محرک علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ ہی تھا، اس لئے مسلمان خاص کر نشانہ بنائے گئے صرف دہلی میں 27 ہزار مسلمانوں کو پھانسی دی گئی 7 روز کا قتل عام اس کے علاوہ تھا، فتح پوری مسجد سے لے کر لال قلعہ تک ہر گلی ہر چوراہے میں درختوں پر مسلمانوں کی لاشیں لٹکی ہوئی تھیں، زندہ مسلمانوں کو سُور کی کھال میں سی کر گرم تیل کے کڑاہوں میں ڈال کر موت کے گھاٹ اتارا گیا، ایڈورڈسن بقیہ ص ۲۴ پر

از: مولانا ابوزہرہ رضوی *

مجدد الف ثانی اور مجدد عصر

جس طرح اعلیٰ حضرت کے سالِ ولادت ۱۲۷۲ھ کی تاریخی مناسبت رسولانِ کرام کے اَدوار کے ساتھ ملتی ہے، اسی طرح زمرۂ مجددین میں سے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی نہ صرف مقام ومنصب میں حیرت انگیز مشابہت اور مماثلت نظر آتی ہے بلکہ اپنے نام اور کام، نسبت اور القاب، ولادت و وفات حتیٰ کہ خدمات و کارنامے اور ان کے اثرات ونتائج تک میں ایک طرح کا تعلق اور رشتہ ایک وحدت ویگانگت محسوس ہوتی ہے۔

بقول ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری: اعلیٰ حضرت کے پیغام اور تعلیمات میں دسویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی آواز بازگشت سنی جاسکتی ہے۔

* دونوں نے عقیدۂ توحید اور عشق واتباع مصطفی پر زور دیا۔
* دونوں نے سلف صالحین کے عقائد وافکار کی ترویج کی۔
* دونوں نے شریعت وطریقت میں فرق کرنے والوں کا محاسبہ کیا۔
* دونوں نے اہل بدعت اور باطل فرقوں کے خلاف قلمی اور عملی جہاد کیا۔
* دونوں نے گستاخانِ رسول، مدعیانِ نبوت، صحابہ و اہل بیت کے دشمنوں کا تعاقب کیا۔
* دونوں نے دوقومی نظریئے کا احیا کیا (شیخ سرہندی کی کوششوں کے نتیجہ میں اسلام دشمن حکومت کا خاتمہ ہوا اور اسلام دوست حکمراں اورنگ زیب کی صورت میں سامنے آیا جبکہ مجدد بریلی کی کوششوں کا ثمرہ مسلمانوں کو ایک آزاد مملکت کی صورت میں نصیب ہوا۔)
* دونوں نے عوام وخواص کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا۔
* دونوں کے خلفا نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا اور برصغیر پاک وہند پر انقلابی اثر ڈالا۔
* دونوں نے ایسی تصانیف یادگار چھوڑیں جو پچھلوں کی سمجھ سے بھی بالاتر ہیں۔

(انتخاب حدائق بخشش، ص ۲۸۳)

دونوں شخصیات میں علمی وفکری یک جہتی، دینی وملی کارناموں میں یک رنگی، اپنی ہمہ گیر خدمات واثرات میں غیر معمولی یکسانیت کے علاوہ تاریخی اور واقعاتی حوالہ سے ذاتی اور شخصی نوعیت کی مماثلت اور وحدت بھی نظر آتی ہے، مثلاً: دونوں کی ولادت ووفات کے زمانے، کہا جاتا ہے کہ جس دن امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اسی دن امام شافعی کی ولادت ہوئی ہے۔

(سیر الاولیاء، ص ۵۳۴)

جس سے قدرت کا یہ منشا معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجتہد کا دور ختم ہوتے ہی دوسرا مجتہد دنیا میں آرہا ہے؛ یا یہ کہ ایک مجتہد کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے دوسرا مجتہد جلوہ گر ہورہا ہے، مجدد سرہندی کی ولادت ۱۴ر شوال کو ہوئی، اعلیٰ حضرت کی ولادت ۱۰ر شوال کو دونوں کے مہینے ایک ہیں اور ایام بھی قریب قریب ہیں، سال اور سنہ دیکھیں تو حضرت مجدد الف ثانی ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے تو اعلیٰ حضرت ۱۲۷۲ھ میں! گویا اپنی اپنی صدیوں میں ایک ہی عرصہ اور وقت ہے، اسی طرح وقت وفات میں بھی یہی یکسانیت موجود ہے۔

مجدد سرہندی نے ۲۸ر صفر کو وصال فرمایا تو اعلیٰ حضرت کا وصال ۲۵ر صفر کو؛ یہاں بھی وہی چیز ہے، دونوں کا مہینہ ایک اور تاریخیں بھی تقریباً ایک سی ہیں، البتہ سنہ وسال میں معمولی فرق ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی ۱۰۳۴ھ میں رحلت فرمائی تو اعلیٰ

* مضمون نگار رضا ریسرچ اینڈ پبلشنگ بورڈ، مانچسٹر سے منسلک ہیں۔

حضرت ۱۳۴۰ھ میں۔

جس طرح زمینی اور مکانی اعتبار سے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام علاقے تھانیسر، گووندوال، نگر کوٹ اور امرتسر ایک دائرہ کی شکل بنتے ہیں جہاں سے ہندوؤں کی احیائی تحریکیں اٹھی تھیں اور جس کے نتیجہ میں دین الٰہی کا فتنہ ظاہر ہوا۔ قدرت نے ٹھیک انہی مقامات کے درمیان سرہند میں آپ کو پیدا فرمایا۔

اسی طرح اعلیٰ حضرت کے دور میں وہ تمام مقامات دیوبند، قادیان، سہارنپور، علی گڑھ، ندوہ (لکھنؤ) اور دہلی جہاں سے وہابیت، دیوبندیت، قادیانیت، نیچریت، غیر مقلدیت اور صلح کلیت کے فتنے اٹھے تھے ان تمام علاقوں کے بیچ ایک مرکزی مقام شہر بریلی میں آپ کو پیدا فرمایا تاکہ وہ ہر محاذ پر بیک وقت نبرد آزما ہوسکیں۔

1 شیخ سرہندی مجدد الف ثانی کا نام نامی شیخ احمد ہے تو مجدد اعظم بریلوی کا اسم گرامی احمد رضا۔

2 مجدد سرہندی چونکہ بنیادی طور پر عقیدۂ توحید، اسلام کی دوامیت اور قرآن کی صداقتوں کو واشگاف کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے؛ اس لئے ان کو جو شیخ طریقت ملا ان کے نام میں نامِ اللہ شامل تھا حضرت خواجہ محمد باقی باللہ۔۔۔ اعلیٰ حضرت چونکہ عقیدۂ رسالت، تحفظ ختم نبوت اور صاحب قرآن کے مقام و مرتبہ کو اُجاگر کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے؛ اس لئے آپ کو جو شیخ ملا ان کے نام میں رسول کا لفظ شامل ہے، بلفظ دیگر توحید کا تحفظ کرنے والے مجدد کو" باقی باللہ" ملے اور رسالت کا تحفظ کرنے والے مجدد کو" آل رسول" ملے۔

3 یہ کیسا اتفاق ہے کہ عقیدۂ توحید کا تحفظ کرنے والے مجدد نے اپنا لقب" عبدالرحمٰن" اختیار کیا تو عقیدۂ رسالت کا تحفظ کرنے والے مجدد نے اپنا لقب" عبدالمصطفیٰ" پسند کیا۔

4 مجدد صاحب نے اپنے مکتوبات میں حقیقت کعبہ اور تجلی کعبہ کے معارف و حقائق بیان کئے؛ جس پر ان سے پہلے شاید کسی نے قلم نہ اٹھایا تھا؛ تو مجدد بریلی افضلیت روضۂ رسول اور شہر پاک مدینہ کا پرچار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو

5 مجدد صاحب کے لئے ان کے شیخ خواجہ محمد باقی باللہ نے فرمایا تھا:

"میاں شیخ احمد آفتاب است وما ہمچو ستارگان در وے گم اند۔"

تو سید آلِ رسول مارہروی نے احمد رضا کے لئے یہاں تک فرمایا کہ:

"اگر قیامت میں خدا مجھ سے پوچھے آل رسول! دنیا سے میرے لئے کیا لایا ہے تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔"

6 حضرت مجدد صاحب کے خلف صادق خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی نے کم از کم ۹ رلاکھ افراد کو بیعت توبہ کرائی۔

(مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، ص ۳۴۴)

تو مجدد بریلی کے خلف اصغر مفتی اعظم ہند مصطفےٰ رضا خاں بریلوی نے شدھی تحریک کے دوران مرتد ہوجانے والے ۹ر لاکھ انسانوں کو دوبارہ کلمہ کی دولت عطا فرمائی۔ (دبدبۂ سکندری)

☐☐☐

ص ۵۶ رکا بقیہ............................

یہ شرف ہر ایک کی قسمت میں اے گوہر کہاں
ہے تری قسمت کہ تو ہے مدح خوانِ غوث پاک

از: مولانا غلام غوث اجملی پورنوی *

فتنۂ ارتداد اور اس کی سرکوبی

احوال وطن

قارئین! آئے دن ہمیں کوئی نہ کوئی خبر موصول ہوتی ہے، شوشل میڈیا کے ذریعہ، اخبارات کے ذریعہ کہ فلاں جگہ کی فلاں مسلم لڑکی نے فلاں غیر مسلم سے شادی رچائی ہے، فلاں غیر مسلم کے ساتھ فرار ہوگئی ہے، ماں باپ کی عزت نیلام کرگئی، مذہب حق تبدیل کر کے قوم مسلم کو بدنام کرگئی، یہ ہوا، وہ ہوا اور پھر چند دنوں بعد اس لڑکی کی بدحالی کی خبر موصول ہوتی ہے کہ وہ فلاں چوراہے پر ماردی گئی، فلاں طوائف خانے میں فروخت کردی گئی، یا اس کے ساتھ زبردستی کی گئی ہے، اس کی عصمت دری کی گئی ہے، نعوذ باللہ من ذالک۔

آخر ایسا کیوں ہورہا ہے؟ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ باضابطہ طور پر ان کاموں کی ٹریننگ دی جاتی ہے، سننے میں آیا کہ اس کام کے کرنے پر ڈھائی ڈھائی لاکھ روپئے بطور انعام دیئے جاتے ہیں اور یہ کام خاص کر ان اسکولوں کالجوں میں ہورہا ہے جہاں مسلم لڑکیاں زیادہ پائی جاتی ہیں، ان سے سازش کے تحت محبت کا کھیل کھیلا جاتا ہے، جنسی استحصال کیا جاتا ہے، ناجائز تعلقات قائم کئے جاتے ہیں، حتی کہ اپنے کو قابل اعتماد ہونے کی امید دلائی جاتی ہے اور پھر اسے مذہب تبدیل کرنے کو کہا جاتا ہے، بصورت انکار مارڈالنے تک کی دھمکی دی جاتی ہے اور بے چاری وہ لڑکیاں اس شیطانی جال میں پھنس کر اپنی دنیا و آخرت برباد کرلیتی ہیں، آخر یہ غلطی کیسے ہوتی ہے؟ کس کی غلطی ہے؟ کون اس کا ذمہ دار ہے؟ تو چلیے بتاتے ہیں:

مسلمانوں نے اپنی نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کرنی چھوڑ دی ہے، اسلامی تعلیم سے دور کردیا ہے، حق بات تو یہ ہے کہ جب لڑکیاں حد بلوغ کو پہنچتی ہیں تو لوگ انہیں دینی تعلیم سے دور کردیتے ہیں جبکہ بے پردگی کے ساتھ بازار، کالج، کوچنگ سینٹر کے نام پر آنے جانے سے نہیں روکتے اور اپنے لڑکوں کو بمشکل قرآن تک ہی تعلیم دلاتے ہیں، وہ بھی ایسے کہ کہاں کیا پڑھا جاتا ہے، کیا پڑھنا چاہیے کچھ خبر نہیں وغیرہ وغیرہ، پھر کہا جاتا ہے کہ بہت پڑھ لیا، اب کام کرے گا پھر وہی بچے نہ گھر کے ہوتے ہیں نہ گھاٹ کے!

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا۔

یعنی اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔" (سورۃ التحریم، پارہ ۲۸، آیت ۵)

یعنی اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فرمانبرداری اختیار کرکے، عبادتیں کرکے، گناہوں سے باز رہ کر، اپنے گھر والوں کو نیکی کی ہدایت اور بدی سے ممانعت کرکے اور انہیں علم و ادب سکھا کر اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور حدیث پاک میں ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے:

"تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے، سربراہ ملک کا نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے، مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور وہ اپنے گھروں والوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے اور وہ اپنے ماتحت لوگوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور نوکر اپنے مالک کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور میرا (حضرت ابن عمر

* مضمون نگار دارالعلوم محمدیہ رحمانیہ قادریہ ضلع مدھوبنی بہار کے پرنسپل ہیں۔

کا) گمان ہے کہ آپ نے فرمایا: اور مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور وہ اپنے زیر تصرف چیزوں کی طرف سے جواب دہ ہے اور تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔‘‘

(نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد دوم، ص ۸۲۱، ۸۲۲)

قارئین! آپ نے ملاحظہ کیا آیت قرآنی اور حدیث رسول کو میں نے اختصار کا پہلو اپناتے ہوئے ایک ہی آیت اور مفہوم حدیث کو لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو بچاؤ اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، آیت مذکورہ کی روشنی میں آپ پر ضروری ہے کہ اپنے اور ان کے بارے خیال کیجیے بچائیے، انہیں دینی تعلیم سے راستہ کیجیے اپنے مذہب حق کے بارے میں بتائیے ان کی عظمت کیا ہے بتایا جائے۔

مذکورہ حدیث کی روشنی میں آپ اپنے بچے اور بچیوں کا، ہر ماتحت لوگوں کا جواب دہ ہوں گے آپ سے جواب لیا جائے گا، لہٰذا ضروری ہے، آپ پر ان کی تربیت کیجئے قبر کی تاریکی منظر بتائیے، حشر کی ہولنا کیوں سے خبردار کیجیے، انہیں ہر برے کام سے روکیے، اپنے بچے بچیوں کو اسکول کالج جاتے وقت سخت تنبیہ کیجیے کہ کوئی غلط قدم نہ اٹھائیں، رات ودن ان پر خاص نظر رکھیے آپ کی بیٹی کہاں جا رہی ہے، کیا کر رہی ہے کس سے بات کر رہی سخت کڑی نظر رکھیے اور کم عمری سے ہی ان کی صحیح تربیت کیجیے، اسلامی تعلیم سے آراستہ کیجیے (یہ نہ سوچیں کہ ابھی بچی ہے، بڑی ہو کر سدھر جائے گی، بچہ ہے بڑا ہو کر سدھر جائے گا، یہ آپ کے اندر سب سے بڑی غلط فہمی ہے) ورنہ وہ دن دور نہیں کہ آج کسی اور کی بیٹی مٹی پلید کر گئی ہے تو کل آپ کا بھی نمبر آئے گا۔

یاد رہے کہ درخت جب چھوٹا ہو تو اسے جس طرف جھکائیں گے ادھر ہی جھکے گا اور اگر وہی درخت بڑا ہو جائے تو اس کا رخ کسی اور طرف موڑنا مشکل ہو جاتا ہے، پھر وہ اسی سمت نکل پڑتا ہے جس طرف وہ مائل ہے، کچھ ایسا ہی حال اولاد کا ہے اور یہ ذمہ داری ہے ماں باپ کی کہ ان کی تربیت کریں، اولاد کے بگڑنے اور کوئی غلط راستہ اختیار کرنے کے ذمہ دار کوئی اور نہیں آپ ہی ہیں۔

قوم کے رہنماؤں سے بھی اس کا حساب لیا جائے گا، اس لئے اپنی قوم کی بیٹیوں کی عزت کا خیال کریں، خطبا اپنے خطاب میں لچھے دار تقریر، قصہ، کہانی، واقعات بتانے سے باز آئیں، کسی ولی کی کرامت بیان کرنے سے زیادہ فائدہ مند یہ بتانا ہے کہ انھوں نے اپنی زندگی کیسے گزاری، کرامت کا ظہور کیسے ہوا، آخر یہ مقام کیسے ملا، اس منصب پر وہ کیسے فائز ہوئے۔

اصلاحی گفتگو کی جائے ورنہ آپ سے بھی حساب لیا جائے گا اللہ نے آپ کو قوم کا رہبر اس لیے نہیں بنایا کہ محض قصے، کہانیاں سنا کر داد وتحسین حاصل کریں اور اپنی جیب گرم کریں بلکہ اس لیے بنایا کہ قوم کی اصلاح کریں، قوم کو صحیح راستہ بتائیں ان کو دنیا وآخرت کی بھلائی کس میں پوشیدہ ہے وہ ذہن نشین کرائیں، ان میں سدھار کیسے ہو اس پہلو پر غور وفکر کریں۔

ائمہ حضرات بھی محض رنگ جمانے کے لیے چیخ پکار والی تقریر سے پرہیز کریں اور سنجیدہ لب ولہجہ میں اپنی بات لوگوں کے دلوں میں اتارنے والا پہلو اختیار کریں، پیغام اسلام، تعلیم اسلام، تعلیم قرآن اور بزرگان دین کی زندگی کیسے گزری، اسلام کی شہزادیوں کی قدر کیا ہے، اسلام نے عورتوں کو کیا مقام دیا ہے، اس پر بھرپور گفتگو کی جائے۔

ہر انسان اپنے ماتحت لوگوں کی تربیت مذہب اسلام کے مطابق کریں یقیناً سدھار آئے گا اور یہ کام برے وقت کے آنے سے پہلے کیا جائے ورنہ کف افسوس ملنے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور یہ دنیا دار آپ کا جانی ایمانی دشمن ہے، اس سے ہوشیار رہیں یہ آپ کو مٹانے کی کوشش میں لگا ہے۔

یہ درندہ صفت لوگ آپ کو مٹانے کی فراق میں لگے ہیں، خدارا اپنی حفاظت کے لیے مذہب اسلام کے دامن میں سمٹ جائیں، صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں اور نماز وروزہ کی پابندی کریں، ہر وقت صراط مستقیم پر چلنے کی دعا کریں، گناہوں سے توبہ کریں اور کبھی بھی غلط قدم اٹھانے کی کوشش

بقیہ ص ۱۱ / پر

از: مولانا محمد تحسین رضا قادری *

قرآن کریم کے خلاف لب کشائی قہر خداوندی کو دعوت

قرآن مقدس اللہ کی آخری کتاب ہدایت ہے جو آخری نبی مکرم ﷺ پر نازل ہوئی، جس کو اللہ نے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے ۲۳ رتیس سال کی مدت میں نازل فرما کر اللہ تبارک وتعالیٰ خود ارشاد فرمار ہا ہے کہ:

''نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحٰفظون۔ یعنی ہم نے قرآن کو نازل فرمایا ہے اور اس کی حفاظت ہم فرمائیں گے۔''

جب قرآن کی حفاظت فرمانے کا وعدہ اللہ رب جالعزت نے لیا ہے، سبحان اللہ ایسی اس کی حفاظت ہوئی کہ کوئی شخص اس میں زبر اور زیر کا فرق نہ کر سکا، اس کی حفاظت کا ذریعہ یہ ہوا کہ قرآن کریم صرف کاغذ پر ہی نہ رہا بلکہ مسلمانوں کے سینوں میں محفوظ کیا گیا صحابہ کرام کے زمانہ کی حالت تو ہم سنی سنائی بیان کر سکتے ہیں، لیکن اس زمانے میں تو مشاہدہ ہور ہا ہے کہ اگر کسی چھوٹے سے گاؤں میں بھی کسی مجمع کے سامنے کوئی تلاوت کرنے والا ایک زبر زیر کی غلطی کر دے تو ہر چہار طرف سے آوازیں آتی ہیں کہ آپ نے غلط پڑھا اس طرح پڑھو۔

مردود زمانہ ''وسیم رنڈوی'' شیطان غلیظ القلب نے جو بھی قرآن مقدس کی چھبیس آیتوں کے تعلق سے ہفوات وخرافات کیا ہے، اس کی یہ یہ ناپاک حرکت ایک سازش کے تحت ہے۔

جو سراسر اللہ کی ذات پر حملہ ہے اور ایسا شخص چہ جائے کہ وسیم رنڈوی مردود زمانہ ہو یا کوئی بھی وہ اسلام خارج ہے، قرآن مقدس کے خلاف بولنا یقیناً قہر خداوندی کو دعوت دینا ہے اور وہ شخص غداب الٰہی کا انتظار کرے، اللہ کا ارشاد ہے:

''ان بطش ربك لشديد۔ یعنی تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔''

دنیا جانتی اور ایمان رکھتی ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جو اس کے خلاف بولے گا، اعدت للکٰفرین کی بنیاد پر عذاب جہنم کے لئے وہ اپنے کو تیار رکھے، ایسے اندھوں کے لئے سرکار اعلیٰ حضرت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

قرآن کل بھی اللہ کی حفاظت میں تھا آج بھی ہے اور صبح قیامت تک اللہ کی حفاظت میں رہے گا، قرآن کے خلاف وہی بولے گا جو پاگل ہوگا، جاہل ہوگا، ایسے پاگلوں کو آگرہ کے جیل میں ہونا چاہئے، ارشاد باری ہے:

''ذٰلك الكتٰب لا ريب فيه۔ یعنی وہ بلند رتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں۔''

''ھدًی للمتّقین۔ اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو۔''

اب صاف ہو گیا کہ جو قرآن میں تغیر وتبدل کو تسلیم کرے گا، گویا کہ اس کو اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان ویقین نہیں ہے، ایسے لوگ جہنمی دوزخی ہیں اور ایسوں کے لئے حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ ''مثنوی شریف'' میں فرماتے ہیں:

توز قرآن اے پسر ظاہر مبیں
دیو آدم را نہ بیند جز کہ طیں

ظاہر قرآں چو شخصے آدمیست
کہ نقوشش ظاہر وجانش خفی است

یعنی یہ قرآنی دلائل اور علما وصوفیا کی صحبتیں ان پردوں کی پھاڑنے والی قینچیاں ہیں کہ عالم حقیقت بتا کر اور صوفی دکھا کر ان پردوں کو چاک کر دیتے ہیں۔

□□□

* مضمون نگار مسجد عزیز فاطمہ سول لائن کانپور کے امام وخطیب ہیں۔

ایک اہل علم کے قلم سے

سورۂ کوثر کا عددی اعجاز

سورۂ کوثر قرآن کی سب سے چھوٹی سورت ہے اور اس سورہ کے جملہ الفاظ 10 ہیں، قرآن بذات خود ایک معجزہ ہے، لیکن جب سورۂ کوثر کی پہلی آیت میں 10 حروف ہیں، سورۂ کوثر کی دوسری آیت میں 10 حروف ہیں، سورۂ کوثر کی تیسری آیت میں 10 حروف ہیں، اس پوری سورت میں جو حرف سب سے زیادہ تکرار کے ساتھ حرف آیا ہے، وہ حرف "ا" الف ہے جو 10 دفعہ آیا ہے، وہ حروف جو اس سورت میں صرف ایک ایک دفعہ آئے ہیں، ان کی تعداد 10 ہیں، اس سورت کی تمام آیات کا اختتام حرف "ر" راء پر ہوا ہے جو کہ حروفِ ہجا میں 10 واں حرف شمار ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی وہ سورتیں جو حرف "راء" پر اختتام پذیر ہو رہی ہیں، ان کی تعداد 10 ہے، جن میں سورۂ کوثر سب سے آخری سورت ہے، اس سورت میں جو 10 کا عدد ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ذوالحجہ کا 10 واں دن ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فصل لربك وانحر۔ پس نماز پڑھو اور قربانی کرو۔"

وہ دراصل قربانی کا دن ہے، اللہ کی شان کہ یہ سب کچھ قرآن کریم کی سب سے چھوٹی سورت، جو ایک سطر پر مشتمل ہے، میں آگیا، آپ کا کیا خیال ہے بڑی سورتوں کے متعلق، اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا:

"ہم نے اپنے بندے پر جو کچھ نازل کیا ہے اگر تمہیں اس میں شک ہو تو اس جیسی ایک سورت ہی لے آؤ۔"

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حوضِ کوثر سے ایسا مبارک پانی پلائے جس کے بعد ہمیں کبھی پیاس نہ لگے۔

ناقابل یقین انفارمیشن

قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی باطل بات داخل نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ ''قرآن حکیم'' کا ایک ایک حرف اتنی زبردست کیلکولیشن اور اتنے حساب و کتاب کے ساتھ اپنی جگہ پرفٹ ہے کہ اسے تھوڑا سا بھی اِدھر اُدھر کرنے سے وہ ساری کیلکولیشن درہم برہم ہو جاتی ہے، جس کے ساتھ قرآنِ پاک کی اعجازی شان نمایاں ہے، اتنی بڑی کتاب میں اتنی باریک ترین کیلکولیشن کا کوئی رائٹر تصوّر بھی نہیں کرسکتا۔

بریکٹس میں دیئے گئے یہ الفاظ بطور نمونہ ہیں، ورنہ قرآن کا ہر لفظ جتنی مرتبہ استعمال ہوا ہے، وہ تعداد اور اس کا پورا بیک گراؤنڈ اپنی جگہ خود علم و عرفان کا ایک وسیع جہان ہے، دنیا کا لفظ اگر 115 مرتبہ استعمال ہوا ہے تو اس کے مقابل آخرت کا لفظ بھی 115 مرتبہ استعمال ہوا ہے، وعلیٰ ھٰذِہِ القِیاس (دُنیا و آخرت 115/ شیاطین وملائکہ 88/ موت وحیات 145/ نفع وفساد 50/ اجر و فصل 108/ کفر وایمان/ 25 شہر 12/ کیونکہ شہر کا مطلب مہینہ اور سال میں 12 مہینے ہی ہوتے ہیں) اور یوم کا لفظ 360 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

اتنی بڑی کتاب میں اس عددی مناسبت کا خیال رکھنا کسی بھی انسان کے بس کی بات نہیں، مگر بات یہیں ختم نہیں ہوتی، جدید ترین ریسرچ کے مطابق قرآن حکیم کے حفاظتی نظام میں 19 کے عدد کا بڑا عمل دخل ہے، اس حیران کن دریافت کا سہرا ایک مصری ڈاکٹر ''راشد خلیفہ'' کے سر ہے جو امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں کیمسٹری کے پروفیسر تھے، 1968ء میں انہوں نے مکمل قرآنِ پاک کمپیوٹر پر چڑھانے کے بعد قرآنِ پاک کی آیات ان کے الفاظ و حروف میں کوئی تعلق تلاش کرنا شروع کر دیا، رفتہ رفتہ اور لوگ بھی اس ریسرچ میں شامل ہوتے گئے حتیٰ کہ 1972ء میں یہ ایک باقاعدہ اسکول بن گیا۔

ریسرچ کا کام جونہی آگے بڑھا، اُن لوگوں پر قدم قدم پر حیرت واستعجاب کے باب کھلتے چلے گئے، قرآنِ حکیم کے الفاظ و حروف میں انہیں ایک ایسی حسابی ترتیب نظر آئی جس کے مکمل اِدراک کے لئے اُس وقت تک کے بنے ہوئے کمپیوٹر ناکافی تھے، کلام اللہ میں 19/ کا ہندسہ صرف سورۂ مدثر میں آیا ہے، جہاں اللہ نے فرمایا:

’’دوزخ پر ہم نے اُنیس محافظ فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔‘‘

اس میں کیا حکمت ہے یہ تو رب ہی جانے، لیکن اتنا اندازا ضرور ہوجاتا ہے کہ 19 کے عدد کا تعلق اللہ کے کسی حفاظتی انتظام سے ہے، پھر ہر سورت کے آغاز میں قرآنِ مجید کی پہلی آیت بِسم اللہ کو رکھا گیا ہے گویا کہ اس کا تعلق بھی قرآن کی حفاظت سے ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں بِسم اللہ کے کُل حروف بھی 19 ہی ہیں، پھر یہ دیکھ کر مزید حیرت میں اِضافہ ہوتا ہے کہ بسم اللہ میں ترتیب کے ساتھ چار الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان کے بارے میں ریسرچ کی تو ثابت ہوا کہ یہ اِسم پورے قرآن میں 19 مرتبہ استعمال ہوا ہے۔

لفظ ’’الرَّحمٰن‘‘ 57 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19×3 کا حاصل ہے اور لفظ ’’الرَّحِیم‘‘ 114 مرتبہ استعمال ہوا ہے جو 19×6 کا حاصل ہے اور لفظ ’’اللہ‘‘ پورے قرآن میں 2699 مرتبہ استعمال ہوا ہے 19×142 کا حاصل ہے، لیکن یہاں بقیہ ایک رہتا ہے جس کا صاف مطلب ہے کہ اللہ کی ذات پاک کسی حِساب کے تابع نہیں ہے، وہ یکتا ہے، قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد بھی 114 ہے جو 19×6 کا حاصل ہے۔

سورۂ توبہ کے آغاز میں بِسم اللہ نازل نہیں ہوئی، لیکن سورۂ نمل آیت نمبر 30 میں مکمل بِسم اللہ نازل کر کے 19 کے فارمولا کی تصدیق کردی، اگر ایسا نہ ہوتا تو حسابی قاعدہ فیل ہوجاتا، اب آئیے حضور علیہ السلام پر اُترنے والی پہلی وحی کی طرف! یہ سورۂ علق کی پہلی 5 آیات ہیں اور یہیں سے 19 کے اِس حسابی فارمولے کا آغاز ہوتا ہے، ان 5 آیات کے کل الفاظ 19 ہیں اور ان 19 الفاظ کے کل حروف 76 ہیں جو ٹھیک 19×4 کا حاصل ہیں لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی جب سورۂ علق کے کل حروف کی گنتی کی گئی تو عقل تو ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی کہ اس کے کُل حروف 304 ہیں جو 19×4×4 کا حاصل ہیں۔

قارئین کرام! عقل یہ دیکھ کر حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں مزید ڈوب جاتی ہے کہ قرآنِ پاک کی موجودہ ترتیب کے مطابق سورۂ علق قرآن پاک کی 96 نمبر سورت ہے، اب اگر قرآن کی آخری سورۃ النَّاس کی طرف سے گنتی کریں تو اخیر کی طرف سے سورۂ علق کا نمبر 19 بنتا ہے اور اگر قرآن کی اِبتدا سے دیکھیں تو اس 96 نمبر سورت سے پہلے 95 سورتیں ہیں جو ٹھیک 19×5 کا حاصلِ ضرب ہیں جس سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ سورتوں کے آگے پیچھے کی ترتیب بھی انسانی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حِسابی نظام کا ہی ایک حصّہ ہے۔

قرآنِ پاک کی سب سے آخر میں نازل ہونے والی سورت سورۂ نصر ہے، یہ سن کر آپ پر پھر ایک مرتبہ خوشگوار حیرت طاری ہوگی کہ اللہ پاک نے یہاں بھی 19 کا نظام برقرار رکھا ہے، پہلی وحی کی طرح آخری وحی سورۂ نصر ٹھیک 19 الفاظ پر مشتمل ہے، یوں کلام اللہ کی پہلی اور آخری سورت ایک ہی حِسابی قاعدہ سے نازل ہوئیں، سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن حکیم کی پہلی سورت سورۂ بقرہ کی کُل آیات 286 ہیں اور 2 ہٹا دیں تو مکی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے، 6 ہٹا دیں تو مدنی سورتوں کی تعداد سامنے آتی ہے اور 86 کو 28 کے ساتھ جمع کریں تو کُل سورتوں کی تعداد 114 سامنے آتی ہے۔

آج جب کہ عقل وخرد کو سائنسی ترقی پر بڑا ناز ہے، یہی قرآن پھر اپنا چیلنج دہراتا ہے، حسابدان، سائنسدان، ہر خاص و عام، مومن کافر سبھی سوچنے پر مجبور ہیں کہ آج بھی کسی کتاب میں ایسا حِسابی نظام ڈالنا انسانی بساط سے باہر ہے، طاقتور کمپیوٹرز کی مدد سے بھی اس جیسے حسابی نظام کے مطابق ہر طرح کی غلطیوں سے پاک کسی کتاب کی تشکیل ناممکن ہوگی۔

لیکن چودہ سو سال پہلے تو اس کا تصوّر ہی محال ہے، لہٰذا کوئی بھی صحیح العقل آدمی اس بات کا انکار نہیں کرسکتا بقیہ ص ۲۶/ پر

ایک اہل علم کے قلم سے

ایک بہترین معاشرے کی تشکیل کے لئے قرآن پاک کے ۱۰۰ رمختصر مگر انتہائی مؤثر پیغامات

1 گفتگو کے دوران بدتمیزی نہ کیا کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 83)
2 غصے کو قابو میں رکھو۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 134)
3 دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو۔ (سورۃ القصص، آیت نمبر 77)
4 تکبر نہ کرو۔ (سورۃ النحل، آیت نمبر 23)
5 دوسروں کی غلطیاں معاف کر دیا کرو۔ (سورۃ النور، آیت نمبر 22)
6 لوگوں کے ساتھ آہستہ بولا کرو۔ (سورۃ لقمان، آیت نمبر 19)
7 اپنی آواز نیچی رکھا کرو۔ (سورۃ لقمان، آیت نمبر 19)
8 دوسروں کا مذاق نہ اڑایا کرو۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 11)
9 والدین کی خدمت کیا کرو۔ (سورۃ الاسراء، آیت نمبر 23)
10 والدین سے اف تک نہ کر۔ (سورۃ الاسراء، آیت نمبر 23)
11 والدین کی اجازت کے بغیر ان کے کمرے میں داخل نہ ہوا کرو۔ (سورۃ النور، آیت نمبر 58)
12 لین دین کا حساب لکھ لیا کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 282)
13 کسی کی اندھا دھند تقلید نہ کرو۔ (سورۃ الاسراء، آیت نمبر 36)
14 اگر مقروض مشکل وقت سے گزر رہا ہو تو اسے ادائیگی کے لیے مزید وقت دے دیا کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 280)
15 سود نہ کھاؤ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 278)
16 رشوت نہ لو۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر 42)
17 وعدہ نہ توڑو۔ (سورۃ الرعد، آیت نمبر 20)
18 دوسروں پر اعتماد کیا کرو۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 12)
19 سچ میں جھوٹ نہ ملایا کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 42)
20 لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا کرو۔ (سورۃ ص، آیت نمبر 26)
21 انصاف کے لیے مضبوطی سے کھڑے ہو جایا کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 135)
22 مرنے والوں کی دولت خاندان کے تمام ارکان میں تقسیم کیا کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 8)
23 خواتین بھی وراثت میں حصہ دار ہیں۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 7)
24 یتیموں کی جائیداد پر قبضہ نہ کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 2)
25 یتیموں کی حفاظت کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 127)
26 دوسروں کا مال بلا ضرورت خرچ نہ کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 6)
27 لوگوں کے درمیان صلح کراؤ۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 10)
28 بدگمانی سے بچو۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 12)
29 غیبت نہ کرو۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 12)
30 جاسوسی نہ کرو۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 12)
31 خیرات کیا کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 271)
32 غرباء کو کھانا کھلایا کرو۔ (سورۃ المدثر، آیت نمبر 44)
33 ضرورت مندوں کو تلاش کر کے ان کی مدد کیا کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 273)
34 فضول خرچی نہ کیا کرو۔ (سورۃ الفرقان، آیت نمبر 67)
35 خیرات کر کے جتلایا نہ کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 262)
36 مہمانوں کی عزت کیا کرو۔ (سورۃ الذاریات، آیت نمبر 24–27)
37 نیکی پہلے خود کرو اور پھر دوسروں کو تلقین کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 44)
38 زمین پر برائی نہ پھیلایا کرو۔ (سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 36)
39 لوگوں کو مسجدوں میں داخلے سے نہ روکو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 114)
40 صرف ان کے ساتھ لڑو جو تمہارے ساتھ لڑیں۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 190)
41 جنگ کے دوران جنگ کے آداب کا خیال رکھو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 190)

قرآنیات

42 جنگ کے دوران پیٹھ نہ دکھاؤ۔ (سورۃ الأنفال، آیت نمبر15)

43 مذہب میں کوئی سختی نہیں۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر256)

44 تمام انبیاء پر ایمان لاؤ۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر150)

45 حیض کے دنوں میں مباشرت نہ کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر، 222)

46 بچوں کو دو سال تک ماں کا دودھ پلاؤ۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر، 233)

47 جنسی بدکاری سے بچو۔ (سورۃ الأسراء، آیت نمبر32)

48 حکمرانوں کو میرٹ پر منتخب کرو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر247)

49 کسی پر اس کی ہمت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر286)

50 منافقت سے بچو۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 14-16)

51 کائنات کی تخلیق اور عجائب کے بارے میں گہرائی سے غور کرو۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر190)

52 عورتیں اور مرد اپنے اعمال کا برابر حصہ پائیں گے۔ (سورۃ آل عمران، آیت نمبر195)

53 بعض رشتہ داروں سے شادی حرام ہے۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر23)

54 مرد خاندان کا سربراہ ہے۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر34)

55 بخیل نہ بنو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر37)

56 حسد نہ کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر54)

57 ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 29)

58 فریب (فریبی) کی وکالت نہ کرو۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 135)

59 گناہ اور زیادتی میں دوسروں کے ساتھ تعاون نہ کرو۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر 2)

60 نیکی میں ایک دوسری کی مدد کرو۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر2)

61 اکثریت سچ کی کسوٹی نہیں ہوتی۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر 100)

62 صحیح راستے پر رہو۔ (سورۃ الانعام، آیت نمبر153)

63 جرائم کی سزا دے کر مثال قائم کرو۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر38)

64 گناہ اور نا انصافی کے خلاف جدو جہد کرتے رہو۔ (سورۃ الانفال، آیت نمبر39)

65 مردہ جانور، خون اور سور کا گوشت حرام ہے۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر3)

66 شراب اور دوسری منشیات سے پرہیز کرو۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر90)

67 جوا نہ کھیلو۔ (سورۃ المائدۃ، آیت نمبر90)

68 ہیرا پھیری نہ کرو۔ (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر 70)

69 چغلی نہ کھاؤ۔ (سورۃ الھمزۃ، آیت نمبر1)

70 کھاؤ اور پیو لیکن فضول خرچی نہ کرو۔ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر31)

71 نماز کے وقت اچھے کپڑے پہنو۔ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر31)

72 آپ سے جو لوگ مدد اور تحفظ مانگیں ان کی حفاظت کرو، انھیں مدد دو۔ (سورۃ التوبۃ، آیت نمبر6)

73 طہارت قائم رکھو۔ (سورۃ التوبۃ، آیت نمبر108)

74 اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ (سورۃ الحجر، آیت نمبر56)

75 اللہ نادانستگی میں کی جانے والی غلطیاں معاف کر دیتا ہے۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر17)

76 لوگوں کو دانائی اور اچھی ہدایت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاؤ۔ (سورۃ النحل، آیت نمبر125)

77 کوئی شخص کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (سورۃ فاطر، آیت نمبر18)

78 غربت کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔ (سورۃ النحل، آیت نمبر31)

79 جس چیز کے بارے میں علم نہ ہو اس پر گفتگو نہ کرو۔ (سورۃ النحل، آیت نمبر36)

80 کسی کی ٹوہ میں نہ رہا کرو۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر12)

81 اجازت کے بغیر دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو۔ (سورۃ النور، آیت نمبر27)

82 اللہ اپنی ذات پر یقین رکھنے والوں کی حفاظت کرتا ہے۔ (سورۃ یونس، آیت نمبر103)

83 زمین پر عاجزی کے ساتھ چلو۔ (سورۃ الفرقان، آیت نمبر63)

84 اپنے حصے کا کام کرو، اللہ! اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین تمہارا کام دیکھیں گے۔ (سورۂ توبہ، آیت نمبر 105)
85 اللہ کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ (سورۃ الکہف، آیت نمبر 110)
86 ہم جنس پرستی میں نہ پڑو۔ (سورۃ النمل، آیت نمبر 55)
87 حق (سچ) کا ساتھ دو، غلط (جھوٹ) سے پرہیز کرو۔ (سورۂ توبہ، آیت نمبر 119)
88 زمین پر ڈھٹائی سے نہ چلو۔ (سورۃ الاسراء، آیت نمبر 37)
89 عورتیں اپنی زینت کی نمائش نہ کریں۔ (سورۃ النور، آیت نمبر 31)
90 اللہ شرک کے سوا تمام گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 48)
91 اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ (سورۂ زمر، آیت نمبر 53)
92 برائی کو اچھائی سے ختم کرو۔ (سورۂ حم سجدۃ، آیت نمبر 34)
93 فیصلے مشاورت کے ساتھ کیا کرو۔ (سورۃ الشوری، آیت نمبر 38)
94 تم میں وہ زیادہ معزز ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 13)
95 اسلام میں ترک دنیا نہیں ہے۔ (سورۃ الحدید، آیت نمبر 27)
96 اللہ علم والوں کو مقدم رکھتا ہے۔ (سورۃ المجادلۃ، آیت نمبر 11)
97 غیر مسلموں کے ساتھ مہربانی اور اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔ (سورۃ الممتحنۃ، آیت نمبر 8)
98 خود کو لالچ سے بچاؤ۔ (سورۃ النساء، آیت نمبر 32)
99 اللہ سے معافی مانگو وہ معاف کرنے اور رحم کرنے والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 199)
100 جو دست سوال دراز کرے اسے نہ جھڑ کو بلکہ حسب توفیق کچھ دے دو۔ (سورۃ الضحی، آیت نمبر 10)

ꙮꙮꙮ

ص ۴۲/ کا بقیہ......................

استعداد کا استعمال

اعلیٰ حضرت اپنے فکر پرور منصوبہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''جو ہم میں قابلِ کار موجود اور اپنی معاش میں مشغول ہیں، وظائف مقرر کر کے فارغ البال بنائے جائیں اور جس کام میں انھیں مہارت ہو لگائے جائیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲/ ص ۱۳۴)

آپ نے کئی مقامات پر وظائف سے متعلق رہبری کی ہے، اس اقتباس میں جو پہلو واضح کیا گیا وہ یہ ہے کہ باصلاحیت افراد کو ان کے متعلقہ شعبے میں مقرر کیا جائے تا کہ ان کی صلاحیت کا مثل ''حق بہ حق دار رسید'' عمدہ نتیجہ قوم کو حاصل ہو، اس کے لیے معاشی آسودگی ضروری ہے اور وظائف کے ذریعے اس مسئلہ سے نمٹا جا سکتا ہے، یعنی فرد سے اس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جائے، جس سے قوم کی نئی نسل کو فائدہ پہنچے گا اور صلاحیتیں ضائع ہونے سے بچ جائیں گی۔

ماضی میں جب کہ علمی و تحقیقی امور کی انجام دہی کے لیے مسلم سلاطین نے بڑے بڑے جامعات و مدارس قائم کیے تھے، با صلاحیت علما کو وظائف دے کر معاشی ضروریات کا تصفیہ کیا جاتا تھا اس طرح وہ یکسوئی کے ساتھ علمی و دینی کام انجام دیا کرتے تھے اور قوم کی ترقی کا آفتاب نصف النہار پر پورے آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔

اعلیٰ حضرت نے اس میں قابل افراد کی قدر سکھائی ہے اور بیدار رہ کر قومی تعمیر کے فریضے کو بہتر طور پر انجام دینے کا ذہن دیا، یہ فکری نکتہ ہمیں جھنجھوڑ کر کہہ رہا ہے کہ۔ ؎

دلوں میں وَلولے آفاق گیری کے نہیں اُٹھتے
نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو انداز آفاقی

ꙮꙮꙮ

ص ۵٦/ کا بقیہ......................

باطل کے ترجمان، جہانِ عرب کے شاہ
مشرک کی چال چلتے ہیں یہ سب قدم فروش
رسوائی کا سبب ہیں، مسلمان کے لیے
یہ بے ضمیر، عزت و جاہ و حَشَم فروش
لہرایا اہلِ حق نے فریدی! جو شان سے
یہ بدعقیدہ، ہیں وہ لِواءِ عَلَم فروش

(از: مولانا انصار احمد مصباحی*

رضویات کے تشنہ گوشے

تاریخ میں ایسے بہت کم لوگ ملتے ہیں، جن کی ذات ایک مکمل فن، عنوان سخن اور موضوع تحقیق بن جائے، نابغہ عصر، عبقری الشرق، مجدد اعظم، فقیہ، محدث، عاشق رسول ﷺ امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات فقط ایک فن یا موضوع نہیں، ایک ''جہان علوم وفنون'' ہے، آج جب کہ القاب وخطابات سے دست درازی عروج پر ہے، عرب وعجم کے ذمہ دار علمانے آپ کے لئے جتنے القاب کا استعمال کیا ہے، آپ کی ذات کے لئے صدفی صد موزوں ہے۔

اعلیٰ حضرت میں، مجدد عرب وعجم ہونے کی ساری خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں؛ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے محققین، دانش ور اور ادبا نے امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات کو موضوع تحقیق بنایا اور اس ذات کو ایک سبجیکٹ ''رضویات'' طور پر تسلیم کیا۔

رضویات

''رضویات'' امام احمد رضا خان بریلوی کی علمی، فکری، تحقیقی و تصنیفی خدمات کی علمی تحقیق کے لیے استعمال کی جانی والی ''اصطلاح'' ہے، اس کے ماہرین ''ماہرین رضویات'' کہلاتے ہیں، یہ اصطلاح بطور علم کی فرع، پہلی بار 1989ء میں تحریری طور پر ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی کی شائع کردہ کتاب ''آئینۂ رضویات'' میں مولانا سید وجاہت رسول قادری نے استعمال کی، اس کے بعد 1992ء سے یہ اصطلاح باقاعدہ ماہنامہ معارف رضا (جو اس وقت سالانہ تھا) میں استعمال کی جانے لگی۔

(وکی پیڈیا ''رضویات'')

رضویات پر جتنی کتابیں اب تک لکھی جا چکی ہیں، پچھلے پانچ سو سالوں میں، کسی مذہبی اسکالر یا رہنما کے لئے لکھی گئیں کتابوں میں سب سے زیادہ ہے، رضویات کے فروغ کے لئے رضا اکیڈمی، ممبئی / لاہور؛ مرکزی مجلس رضا، لاہور؛ المجمع الاسلامی، مبارک پور؛ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی؛ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی؛ نوری مشن، مالیگاؤں؛ افکار رضا، ممبئی* جیسی تنظیمیں وجود میں آئیں، بڑی سرعت کے ساتھ کام ہوئے، امام احمد رضا خان بریلوی کی نعتیہ شاعری پر ہزاروں صفحات لکھے گئے، فقہی گیرائی و گہرائی پر معتدبہ تعداد میں لکھا گیا، علم حدیث پر لکھا گیا، آپ کی تحریر کردہ احادیث چھے ضخیم جلدوں میں جمع کی گئیں، بیان کردہ تفسیریں چار جلدوں میں جمع ہوئیں، سیرت رسول عربیط ﷺ پر منتشر مواد کو یک جا کیا گیا، تصوف پر کام ہوا، خطوط جمع اور مرتب ہوئے، ملفوظات شائع ہوئیں، سفرنامے چھپے، فتاویٰ رضویہ کی شایان شان اشاعت ہوئی، تصانیف و رسائل منشہ شہود پر لائے گئے، امید سے زیادہ کام ہوا۔ آخر میں ماہرین کو یہ کہنا پڑا کہ رضویات کا سمندر نا پیدا کنار ہے، یہ وہ جہان ہے، جو تا حد نگاہ وسیع ہے، یہ علوم و معارف کا وہ آسمان ہے، جس میں ان گنت تہیں اور پرتیں ہیں۔

فقیر ہیچ مداں، زیر بحث عنوان ''رضویات کے تشنہ گوشے'' سے انصاف کرنے کا بالکل اہل نہیں ہے، اکابر کی کتابوں اور مضامین سے چند باتیں اخذ کر کے یکجا کرنے کی ناتمام کوشش کی ہے، میں تو بے بضاعت ہوں، رضویات کی نئی جہتوں کے حوالے سے، پاکستان کے مشہور عالم دین اور ماہر رضویات، حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری علیہ الرحمہ نے معارف رضا 1992ء میں چند باتوں کی طرف اشارہ کیا تھا، کچھ دوسرے اضافے کے ساتھ قارئین کے سامنے پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں، کاش اس عنوان پر کوئی ''رضویات میں ماہر'' ایک تحقیقی

* مضمون نگار جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ کولکاتا کے رکن ہیں۔

مقالہ پیش کردے تو بہت گراں قدر اور موزوں ہوگا۔

(۱) کنز الایمان کی اشاعت نو

میری معلومات کی حد تک، ابھی تک کنز الایمان شریف کی معیاری اشاعت نہیں ہو پائی ہے، پڑھنے والے جانتے ہیں، کنز الایمان مع خزائن العرفان پڑھنے میں قارئین کو کئی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے، بار بار صفحات پلٹنے پڑتے ہیں، ترجمہ ایک صفحے میں ہے تو تفسیر دوسرے یا تیسرے صفحے میں، مجھے تو بہت دقت ہوتی ہے، کبھی کبھی تو اوب جاتا ہوں، تفسیر بہت باریک ہے، اصحاب عمر اور کم بینائی والوں کے لئے پڑھنا بہت دشوار ہوتا ہے، ضروری ہے کہ ''کنز الایمان مع خزائن العرفان'' کو دو جلدوں میں اس طرح شائع کیا جائے کہ تفسیر، ترجمے کے آس پاس ہی ہوں۔

(۲) اردو زبان وادب کے فروغ میں امام احمد رضا خان کا حصہ

فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری پر بہت کچھ لکھا گیا ہے، زبان وادب پر آپ کی دست رس اور عربی، اردو اور فارسی میں مہارت بھی عوام کے سامنے لائی گئی ہے، امام احمد رضا خان قادری بریلوی کی شخصیت صرف ماہر ادیب کی نہیں، وہ ادب نواز اور ادیب ساز بھی تھے، انھوں نے بیش قیمت نثری سی پاروں اور شاہ کار اردو نعتوں کے ذریعے اردو ادب کو مالا مال کر دیا، وہ امام شعر وادب تھے، جسے یقین نہ ہو وہ صرف، حضور غوث اعظم دست گیر سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ''قصیدہ خمریہ'' کی عربیت کے تعلق سے لکھا گیا رسالہ پڑھ لے، آپ نے فتاویٰ، خطوط، تصانیف اور مضامین کے ذریعے، زبان و بیان کے تصنع اور ریا کے اس دور میں سادہ اور سلیس زبان کو فروغ دیا، اپنے ہونہار تلامذہ اور خلفا کی شراکت سے کئی رسائل، ماہنامے اور جریدے جاری کیے، ان کی باقاعدہ اشاعت وتشہیر کی، عربی کلام پڑھنے والے بھارتیوں کو اردو میں عام فہم نعتیں اور منقبتیں لکھ کر دیں، جو ملک کے ہر کونے میں بڑے ذوق وشوق سے پڑھی اور سنی گئیں، ان کی تحریریں اردو ادب میں صرف اضافہ ہی نہیں؛ بل کہ ان سے اردو دنیا میں کئی جہان متعارف ہوئے، رضویات کے باب میں، اس پہلو کو اجاگر کرنا بہت ضروری ہے۔

(۳) امام احمد رضا خان کی فارسی ادب میں مہارت

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے عربی، اردو اور فارسی تینوں زبانوں کی پریشان زلفیں سنواری ہے، اردو اور عربی ادب کے حوالے سے کام ہوئے ہیں، عربی مجموعہ کلام شائع ہو چکا ہے، اردو کتابیں عربی قالب میں ڈھالی گئی ہیں؛ لیکن فارسی ادب اب بھی ''رضویات'' کی بہاروں سے محروم ہے، اس تشنگی کو سیرابی میں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔

(۴) امام احمد رضا خان کے جدید سائنسی نظریات

تاریخ میں مسلمان مفکرین وسائنس دانوں کا ایک شان دار سلسلہ نظر آتا ہے: مثلاً جابر ابن حیان (721—815ء)، محمد الفزاری (796—806ء)، الخوارزمی (780—850ء)، الجاحظ (776—868ء)، ابن فرناس (810—887ء)، ابن سنان البتانی (850—923ء)، لافرغانی (886ء) ابوبکر الرازی (865—925ء)، الفارابی (870—950ء)، المسعودی (896—956) الزہراوی (936—1013ء)، ابن الہیثم (965—1040ء)، البیرونی (973—1048)، ابن سینا (981—1037،) عمر خیام (1041—1131ء) وغیرہ۔

امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ، اس شان دار سلسلے کی ایک عظیم کڑی ہیں، ماہرین کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ امام احمد رضا نے ''حال'' میں رہتے ہوئے ''مستقبل'' کا کہاں تک سفر کیا! ممکن ہے وہ نظریات جو امام احمد رضا خاں نے پیش کیے ہیں، ان سے قبل یا بعد یورپ وامریکہ کے سائنس دانوں اور مفکرین نے پیش کیے ہوں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ وہ نظریات امام احمد رضا کے بعد پیش کئے گئے ہوں جیسا کہ پروفیسر رفیع اللہ صدیقی نے معاشیات میں نظریہ روزگار وآمدنی کو امام احمد رضا کی اولیات میں شمار کیا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ نظریات ایسے ہوں جو مفکرین و دانش وروں نے ابھی تک پیش نہیں کیے، ایسے نظریات سے استفادہ کیا جا سکتا ہے اور ان کو اہل علم کے سامنے پیش کیا جا سکتا

ہے اور پیش کیا جانا چاہیے، مثلاً مسئلہ گردش زمین جو پہلے مسلمات سے تھا، اب اس پر بحث شروع ہوگئی ہے، امام احمد رضا نے بھی اس نظریے کی مخالفت کی اور 105 دلائل سے اس کو رد کیا۔

ایک صورت یہ بھی ہے کہ امام احمد رضا نے جو کچھ کہا ہو جدید سائنسی تجربات ومشاہدات نے حتمی طور پر اس کی تغلیط کردی ہو اور مزید بحث ومباحثہ کی گنجائش نہ چھوڑی ہو، ایسی صورت میں بھی امام احمد رضا داد وتحسین کے مستحق ہیں؛ کیوں کہ عالمی مقابلوں میں شکست کھانے والا بھی انعام کا مستحق ہوتا ہے کہ اس نے ایک بڑے مقابلے کے لئے ہمت تو کی، میدان میں تو آیا۔

(ملخص از: امام احمد رضا اور علوم قدیمہ وجدیدہ)

(۵) امام احمد رضا خان، بحیثیت قائد اعظم ہند

اعلیٰ حضرت نے بھارت کے مسلمانوں کی بروقت رہنمائی کی تھی اور اپنے وقت میں غلط سیاست کی بھینٹ چڑھ رہے بھارتیوں کی بہترین قیادت کی تھی، آپ کی سیاسی بصیرت کے حوالے سے مضامین ومقالات بھرے پڑے ہیں؛ لیکن آپ کی قائدانہ صلاحیتوں پر کم کام ہوا ہے، اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اعلی حضرت متحدہ بھارت کے قائد اعظم تھے۔

(۶) اعلیٰ حضرت کے تنظیمی کارنامے

امام احمد رضا کی تنظیمی خدمات کے حوالے سے بھی منظم اور محققانہ تحریریں سامنے آنی چاہییں، جماعت رضائے مصطفیٰ، فاضل بریلوی کی پاکیزہ حیات کے آخری حصے کا سب سے عظیم کارنامہ ہے، جو آج بھارت کی سب سے قدیم سنی تنظیم ہے، تنظیمی حوالے سے آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے؛ نہ صرف اس حوالے سے بات ہو، بلکہ فروغ رضویات کے ایک باب کی شکل میں عالمی جماعت رضائے مصطفی کو فروغ واستحکام دینا، وقت کی اہم ضرورت ہے، جماعت رضائے مصطفیٰ، آج بڑی خاموشی سے دنیا کے اکثر ممالک میں کام کررہی ہے، اہل سنت کی یہ عظیم وقدیم تحریک اعلی حضرت کی تعلیمات کی ترویج واشاعت کا پابند ہے۔

(۷) خاندان رضویہ کی کم مشہور شخصیات

اس حوالے سے انفرادی اور اجتماعی کام کی ضرورت ہے، تحقیقی اور مستند کام ہونا چاہیے۔

(۸) فتاویٰ رضویہ شریف

اس تعلق سے علامہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کی چند باتیں تلخیص کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں:

ہر فن کے جاننے والے کے لئے فتاوی رضویہ کی ہر جلد میں اس قدر موضوعات ہیں کہ محقق کے لئے یہ فیصلہ کرنا دشوار ہوجاتا ہے کہ کس موضوع کو لیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے۔

(ا) فتاویٰ رضویہ کی کتب فقہ کی نہج پر موضوع کے اعتبار سے، سوالات حذف کرکے تدوین کی جائے۔

(ب) ہر جلد کے فتاوی کو، تسہیل، تخریج وہامش، حواشی وتعلیقات کے ساتھ الگ الگ شائع کی جائے۔

(ج) فتاویٰ رضویہ کے ''منتخب'' کو ہر سنی مدرسے میں داخل نصاب کیا جائے۔

(د) قضا کے متعلق تمام فتوں کو یکجا کرکے ایک مبسوط جلد میں جمع کرکے اسے عدلیہ کے جج، وکلا اور مشہور لائبریریوں میں ارسال کیا جائے۔

(ھ) فتاویٰ رضویہ کے عربی، فارسی، روسی، ترکی اور انگریزی ترجمے شائع ہوں۔

(و) بحر العلوم کی، اصول فقہ کی مشہور کتاب ''فواتح الرحموت''، کو امام اہل سنت کے عظیم حاشیہ کے ساتھ شایان شان شائع کیا جائے۔

(ز) جدید ایڈیشنوں کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کی قدیم 12 جلدوں والی اشاعت بھی جاری رہے۔ (تلخیص مکمل ہوئی)

ہمارے اکابرین نے شاہ راہ عطا کردیا ہے، جس سے نئی راہیں نکلتی جارہی ہیں، نئے جہان متعارف ہوتے جارہے ہیں، بس ان راہوں پر چلنے کی ضرورت ہے، اس جہان میں آنے کی ضرورت ہے۔

وقت فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

□□□

رضویات

(از: غلام مصطفےٰ رضوی*)

تنظیم واصول اور استعداد وصلاحیت کے ضمن میں
تعلیماتِ اعلیٰ حضرت کی عصری افادیت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے عظیم نابغہ وعبقری تھے، آپ کی فکر وبصیرت نے اُمت مسلمہ کی رہبری کی، انگریزی اقتدار کے خلاف ذہن سازی کی، تمدنِ فرنگ سے نفرت کا اظہار کیا، فتاوے صادر فرمائے، مشرکین کی سازشوں سے پردہ اُٹھایا، مسلمانوں کی تنظیمی صلاحیتوں کو نکھارا، اجتماعیت کی فکر دی، استعداد وصلاحیت کی قدردانی سکھائی، اُصولِ ارتقائے قومیت کو تفوق بخشا، اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کے ذریعے اسلامی ذہن سازی ہوئی، مسلمانوں کی ترقی کے لیے آپ کی تجاویز بڑی افادیت کی حامل ہیں۔

تنظیم واُصول

اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"شہروں شہروں آپ کے سفیر نگراں رہیں جہاں جس قسم کے واعظ یا مناظر یا تصنیف کی حاجت ہو آپ کو اطلاع دیں آپ سرکوبی اعدا کے لیے اپنی فوجیں، میگزین، رسالے بھیجتے رہیں۔" (فتاویٰ رضویہ، ج ۱۲، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱۳۴)

یہ نکتہ جماعتی نظم وضبط اور اتحاد واتفاق، تحریک وتنظیم کے لحاظ سے کافی اہم ہے، اس رُخ سے کام کا آغاز آپ نے اپنی حیات میں ہی کر دیا تھا اور کئی تنظیموں کی ضرورت کے تحت بنا ڈالی، جن کی خدمات سے ہند کی تاریخ منور ہے، اس ضمن میں شدھی تحریک کے سدِ باب کے لیے آپ کے تلامذہ کی خدمات نمایاں ہیں، مشرکین کی شعائر اسلام کے خلاف سازشوں کی نقاب کشائی بھی اہم کارنامہ ہے۔ اقتصادی وسیاسی سطح پر ایمان سوز تحریکات نے آپ کے عہد میں جس تیزی کے ساتھ جنم لیا اس کی مثال نہیں ملتی؛ اور ان کا سدِ باب آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ آپ نے برصغیر کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کے حالات پر نظر رکھی اور ضرورت کے پیشِ نظر کام کے لائق افراد تیار کیے، ملک کے طول وعرض سے قابل افراد طلب کیے جاتے اور بارگاہِ رضا سے علما بھیجے جاتے، یوں جمعیت کے لیے عملاً پیش قدمی کی۔

ملک العلما علامہ ظفر الدین قادری بہاری جو مصنف، محقق، مدقق، مناظر، مدرس، منتظم، ماہر علوم ہیئت وفلکیات تھے اور حاجی منشی لعل محمد خاں (کلکتہ) جو اشاعتی وتنظیمی امور میں پیش پیش رہا کرتے تھے، اُن کے تذکرے میں اعلیٰ حضرت کا جماعتی درد اور ملی کرب ملاحظہ ہو، آپ حضرت ملک العلماء کے نام اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"افسوس کہ ادھر نہ مدرس، نہ واعظ، نہ ہمت والے مال دار، ایک ظفر الدین کدھر کدھر جائیں اور ایک لعل خاں کیا کیا بنائیں۔" (حیاتِ اعلیٰ حضرت، از ملک العلماء، ج ۳، ص ۱۹۱)

اعلیٰ حضرت کی تعمیری فکر سے ان کے تلامذہ کو وافر حصہ ملا، چناں چہ جماعتی اتحاد اور احکامِ شرع پر عمل کے لیے دعوتِ فکر دیتے ہوئے تلمیذ رضا، صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی (مصنف: بہارِ شریعت) لکھتے ہیں:

"بے جا ضد اور ہٹ سے باز آؤ اور اسلام کی مضبوط رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، آپس میں خلوص ومحبت سے پیش آؤ، ہماری عزت اسلام سے ہے اور بہبودی وفلاح اتباع شریعت میں ہے۔" (پیغام عمل، ص ۷۲)

آپ کے محبین، متوسلین، مریدین وخلفا اور تلامذہ نے مختلف بلاد وامصار میں حالات اور تقاضے کے تحت مسلمانوں کی رہنمائی کی، منصوبہ بندی کے ساتھ حوادثِ زمانہ کا مقابلہ کیا، موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ سر کردہ افراد اعلیٰ حضرت کے نکتۂ مذکورہ پر غور وفکر کے ساتھ عمل کی راہ نکالیں۔

بقیہ ص ۳۸ پر

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹرا کے رکن ہیں۔

از: مولانا نثار احمد مصباحی*

وہ بابرکت خانوادہ جس کی مسلسل چار پشتیں مرتبہ صحابیت پر فائز ہیں

سیدنا ابوبکر صدیقِ اَکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکیلے ایسے صحابی ہیں، جن کے نسب ونسل میں مسلسل چار پشتیں "صحابی" ہیں، ان چاروں حضرات کے نام ایک ساتھ اس طرح ہیں:

"محمد بن عبد الرحمن بن اَبی بکر صدیق بن اَبی قحافہ عثمان" (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

اس اِجمال کی تفصیل یہ ہے کہ:

۱ سیدنا صدیقِ اکبر کے والد گرامی: سیدنا ابوقُحافَہ عثمان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

۲ سیدنا ابوبکر خود صحابی، بلکہ علی الاِطلاق "اَفضل الصحابہ" اور انبیاء ومرسلین (رُسُلِ بشر و رُسُلِ ملائکہ) کے بعد مطلقاً تمام انس وجن اور فرشتوں سے "اَفضَل" ہیں۔

۳ سیدنا ابوبکر کے بیٹے سیدنا "عبدالرحمن" بھی صحابی ہیں اور

۴ سیدنا عبدالرحمن بن اَبی بکر کے بیٹے سیدنا "محمد بن عبدالرحمن" بھی صحابی ہیں۔

یعنی حضرت ابوبکر صدیق کے والد صحابی، وہ خود صحابی، ان کے بیٹے صحابی، اور ان کے ایک پوتے بھی صحابی ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

امام حافظ ابن حِبان (متوفی 354ھ) "کتاب الثقات" میں حضرت محمد بن عبدالرحمن بن اَبی بکر کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"هؤُلَاء الْأَرْبَعَة فِي نسق وَاحِد لَهُم من النَّبِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَة: أَبُو قُحَافَة، وَابْنه أَبُو بكر، وَ ابْنه عَبْد الرَّحْمَن بْن أبي بكر، وَابْنه أَبُو عَتيق مُحَمَّد بْن عَبْد الرَّحْمَن. وَلَيْسَ هَذَا لأحد من هَذِه الْأمة غَيرهم"

(کتاب الثقات، ابن حِبّان)

یعنی ایک ہی ترتیب میں یہ چار حضرات ایسے ہیں جنھیں دیدارِ رسول (صحابیت) کا شرف ملا ہے (۱) ابوقُحافَہ (۲) ان کے بیٹے ابوبکر (۳) ان کے بیٹے عبد الرحمن بن ابی بکر اور پھر (۴) ان کے بیٹے ابوعتیق محمد بن عبد الرحمن۔

یہ شرف اس امت میں ان کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔

(کتاب الثقات)

امام ابن عبد البر القرطبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 463ھ) تذکارِ صحابہ کی اپنی معروف کتاب "الاستیعاب" میں حضرت محمد بن عبدالرحمن بن اَبی بکر کے تعارف میں لکھتے ہیں:

"أدرك النَّبِيّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وأبوه وجده وأبو جده أَبُو قحافة أربعتهم، وليست هَذِهِ المنقبة لغيرهم. ذَكَرَهُ الْبُخَارِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شَيْبَةَ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ، قَالَ: قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: مَا نَعْلَمُ أَحَدًا فِي الإِسْلامِ أَدْرَكُوا هُمْ وَأَبْنَاؤُهُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ إلا هَؤُلاءِ الأَرْبَعَةُ: أَبُو قحافة، و ابنه أبو بكر، وابنه عبد الرحمن بْنُ أَبِي بَكْرٍ، وَابْنُهُ أَبُو عَتِيقِ بْنُ عبد الرحمن بن أبي بكر بن أَبِي قُحَافَةَ قال عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شيبة: واسم أبي عتيق محمد۔"

یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پانے کا شرف ملا ہے انھیں، ان کے والد، ان کے دادا، اور ان کے دادا (ابوبکر) کے والد ابوقُحافہ، اِن چاروں کو! یہ فضیلت ان حضرات کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں، یہ امام بخاری نے ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں: مجھ سے عبد الرحمن بن شیبہ نے بیان کیا، وہ محمد بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ موسی بن عقبہ (امامِ مغازی) نے کہا: اسلام میں ہمیں کسی اور کے بارے میں

یہ علم نہیں کہ انھوں نے اور ان کی اولادوں نے (مسلسل) چار لوگوں تک صحابیت کا شرف پایا ہو سوائے اِن چار حضرات کے: ابوقُحافہ، ان کے بیٹے ابوبکر، ان کے بیٹے عبد الرحمن بن اَبی بکر، اور ان کے بیٹے ابوعتیق بن عبد الرحمن بن اَبی بکر بن ابی قُحافہ، عبد الرحمن بن شیبہ کہتے ہیں کہ ابوعتیق کا نام محمد ہے۔ (الاستیعاب)

حضرت امام ابونُعَیم اصفہانی (متوفی 430ھ) اپنی کتاب "معرفۃ الصحابہ" میں لکھتے ہیں:

"وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ أَدْرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ، ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي عَاصِمٍ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْبُخَارِيُّ، ثنا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، ثنا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: قَالَ مُوسَى بْنُ عُقْبَةَ: لَا نَعْلَمُ أَرْبَعَةً أَدْرَكُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُمْ وَأَبْنَاؤُهُمْ إِلَّا هَؤُلَاءِ الْأَرْبَعَةَ: أَبُو قُحَافَةَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، وَأَبُو عَتِيقِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، وَاسْمُ أَبِي عَتِيقٍ مُحَمَّدٌ۔"

(نوٹ: اس عبارت کا بھی تقریباً وہی مفہوم ہے جو الاستیعاب والی عبارت کا ہے، اس لیے ترجمے کی ضرورت نہیں) امام ابن اثیر جزری "اُسُدُ الغابہ" میں لکھتے ہیں:

"مُحَمَّد بن عبد الرحمن بن أَبي بكر الصديق واسمه عَبْد الله بن عثمان وهو المعروف بأَبي عتيق القرشي التيمي، أدرك رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ وأبوه: عبد الرحمن، وجده أَبُو بكر الصديق، وجد أبيه أَبُو قحافة لكلهم صحبة، وليست هَذِهِ المنقبة لغيرهم۔"

یعنی محمد بن عبد الرحمن بن اَبی بکر صدیق، قرشی تیمی۔ ابوبکر صدیق کا نام "عبد اللہ بن عثمان" ہے، یہ (یعنی محمد بن عبد الرحمن) "ابوعتیق" (کنیت) کے ساتھ مشہور ہیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، یہ خود، ان کے والد عبد الرحمن، ان کے دادا ابوبکر صدیق اور ان کے والد کے دادا ابوقُحافہ، یہ سب کے سب صحابی ہیں، یہ فضیلت اِن حضرات کے سوا کسی اور کو حاصل نہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ)

خلاصۂ کلام یہ کہ مسلسل چار پشتوں کا مرتبۂ صحابیت پر فائز ہونا ایک ایسا وصفِ کمال ہے جو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا خاصہ ہے، ان کے سوا پوری امت میں کسی اور کو یہ فضیلت و عظمت حاصل نہیں۔ (ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء)

(نوٹ: واضح رہے کہ محمد بن عبد الرحمن کی کنیت "ابو عتیق" ہے، یہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں، یعنی عبد الرحمن بن ابی بکر کے بیٹے ہیں، جب کہ "محمد بن ابی بکر" بلاواسطہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہیں، جو سفر حجۃ الوداع کے موقع پر ۲۵ ذی قعدہ ۱۰ھ کو ذوالحلیفہ کے پاس پیدا ہوئے، ان کا نام بھی "محمد" ہے، اس لیے بعض لوگوں کو دونوں میں اشتباہ ہوسکتا ہے۔)

بعض لوگوں نے خانوادۂ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار پشتوں کی صحابیت اِس طرح بھی بیان کی ہے:

۱ حضرت ابوبکر کے والد حضرت ابوقُحافہ۔
۲ حضرت ابوبکر صدیقِ اکبر۔
۳ حضرت اَسما بنت ابوبکر۔
۴ حضرت اسما کے بیٹے اور حضرت صدیقِ اکبر کے نواسے! سیدنا عبد اللہ بن زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یقیناً یہ بیان بھی ایک حقیقت ہے اور یہ بھی خانوادۂ صدیقِ اکبر کی ایک خاصیت ہے، بلکہ یہ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اہم خصوصیت ہے کہ جہاں ایک طرف آپ کے والد صحابی ہیں، وہیں دوسری طرف آپ کے بیٹے اور پوتے کے صحابی ہونے کے ساتھ آپ کی بیٹی اور آپ کے نواسے بھی صحابیت کے عظیم درجے سے سرفراز ہیں، یقیناً یہ "آلِ ابوبکر" پر اللہ ربِ عظیم کا خاص فضل ہے۔

از: عالمہ اے رضویہ*

مسلم خواتین کے لئے بہتر آئیڈیل کون؟

جس کا آنچل نہ دیکھا ماہ مہر نے
اُس رِدائے نُزاہت پہ لاکھوں سلام

جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
یعنی خاتونِ جنت پہ لاکھوں سلام

خواتین سماج کا ایک اہم رکن ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اِن کے لئے باقاعدہ قرآن مجید میں احکام نازل فرمائے ہیں، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواتین کے لئے اپنے فرامین میں ہدایت کا ایک جامعہ نصاب دیا ہے بلکہ صحابیت کے تقاضے پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِن کے لئے خصوصی درس کا احتمام بھی کئی بار فرمایا تھا۔

ماں کی گود سب سے پہلی درس گاہ

اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ایک کی خاتون کی اصلاح سے پورے گھر کی اصلاح ہوتی ہے اور گھر کی اصلاح سے قوم کی اصلاح ہوتی ہے، بلکہ اسلام کے ایک عظیم مجاہد سلطان صلاح الدین کا قول ہے کہ ''تم مجھے مومن مائیں دو، میں تمہیں بہترین قوم دوں گا۔''

ماں ایک مدرسہ ہے اور ایک درسگاہ، ماں اگر علم سے آراستہ ہوگی اور وہ علم کون سا ہے وہی جو ربّ ذوالجلال کو پسند ہے اور جس کی تعلیمات رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے عام فرمائی، اس لئے مفہومِ حدیث ہے کہ علم دین حاصل کرنا ہر مومن مرد وعورت پر فرض ہے، موجودہ حالات میں عورت کی تعلیم پر زور دیا جارہا ہے مگر یہ بھی ایک فکر کا لمحہ ہے کہ وہ کون سی تعلیم ہے جس سے عورت کا عورت ہونا محفوظ رہتا ہے اور وہ کون سی تعلیم ہے جس سے عورت اپنے نام سے ہی محروم ہوجاتی ہے۔

دورِ حاضرہ کی وہ واحیات تعلیم جو مسلمان بچیوں کو بے پردہ کر رہی ہے اُنھیں گھر گرہستی سے دور آزاد خیال بنا رہی ہے اور شوہر کی خدمت کو قائد اور ظلم بتا رہی ہے اور جتنی زیادہ دنیاوی تعلیم یافتہ ہو رہی ہے اُتنے ہی کپڑے اتار رہی ہے، ایک غیر محرم اُس کے حسن کی تعریف کرتا ہے اور وہ اُسے سب کچھ دینے کو تیار ہو جاتی ہے اور اس غیر دینی تعلیم کا نتیجہ جو سارے ہندوستان کے مسلمانوں نے اُن بے حیا عورتوں کو دیکھا جو تین طلاق کو نہ مان کر آزادی اور زنا کی زندگی گزارنا چاہتی ہے، کیوں کہ انھوں نے اپنا ماننا کسی غیر مذہب کے آزاد خیال کو بنایا مگر ہم اپنا ماننا ازواجِ مطہرات کو خاتونِ جنت سیدنا النساء حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بناتے ہیں۔

آج ہماری قوم کی لڑکیاں عورتیں اپنے لباس اپنا لہجہ اپنی زندگی کے رہن سہن کے لئے اُن ماڈلس کو فالو کرنے میں گزار رہی ہیں جنھوں نے کبھی حیا کو دیکھا ہی نہیں، جن کو یہ نہیں پتہ کے عورت کا مقام کیا ہے، مردوں کے شانہ بہ شانہ چلنے والی بے پردہ اور زمانے کو اپنی اداؤں پے نچانے والی عورت ہمارا ''آئیڈیل'' نہیں، ہماری آئیڈیل تو قرآن نے بتا دیا، سورۂ احزاب کی آیت 32 میں خالق کائنات جل جلالہ کا فرمان:

''اے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات تم دیگر عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور بات میں نرمی پیدا کرو، وہ بندہ جس کے دل میں بیماری ہے، لالچ کرسکتا ہے یعنی بات کرتے وقت جب کوئی آدمی چیز لینے کے لئے آتا ہے تو پردے سے تم نے ان کو چیز دینی ہے اور ایک اجنبی کے لئے گفتگو میں سخت لہجہ ہونا چاہئے اور تم کہوا چھی بات ہے۔''

آج کی مسلمان خواتین کو جب پردے میں بقیہ ص ۲۶ / پر

نسوانیات

* مضمون نگار جامعہ نظامیہ صالحات، کرلا ممبئی کی معلمہ ہیں۔

اکتیسویں قسط

از: حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان

ملفوظات تاج الشریعہ

ملفوظات

صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کے ارشادات وفرمودات کو "ملفوظات" کے نام سے جانا جاتا ہے، ہر دور میں صالحین اور اولیائے کاملین کے ارشادات وفرمودات قلم بند کرنے یا انھیں محفوظ کرنے کی روایت رہی ہے تاکہ آنے والی نسلیں ان سے رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرسکیں، صوفیائے کرام کے ارشادات وفرمودات اگرچہ سادہ ہوتے ہیں مگر وہ ایسے مؤثر اور معنی خیز ہوتے ہیں کہ ان کا ایک ایک جملہ دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جاتا ہے، ان کا ایک ہی جملہ کسی بھی قوم کی تقدیر بدل ڈالنے کی صلاحیت رکھتا ہے، کسی شاعر نے ان کی اسی صفت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور تاج الشریعہ نے سوال وجواب کا یہ سلسلہ جنوری ۲۰۰۵ء میں شروع کیا جو مسلسل ۲۰۱۶ء تک جاری رہا، یعنی پورے ۱۲/ سالوں تک یہ زرّیں سلسلہ جاری وساری رہا، اس دوران آپ نے کم وبیش ۷۰۰۰/ ہزار سوالوں کے جوابات ارشاد فرمائے جو یقیناً ہماری آنے والی نسلوں کے لئے ایک عظیم سرمایہ ہیں، "ملفوظات تاج الشریعہ" صرف مئی ۲۰۱۰ء سے اکتوبر ۲۰۱۰ء تک کے سوالات وجوابات پر مشتمل ہے، یعنی حضور تاج الشریعہ کی زبان حق ترجمان سے نکلے ہوئے گیارہ سالوں کے جواہر پارے ریکارڈنگ کی شکل میں ابھی باقی اور محفوظ ہیں، ان شاء اللہ الرحمٰن وہ بھی کتابی صورت میں قارئین کرام کے مطالعہ کی میز پر ہوں گے، راقم الحروف ارباب علم ودانش سے التماس کرتا ہے کہ "ملفوظات تاج الشریعہ" میں اگر کوئی شرعی خامی یا غلطی نظر آئے تو اسے ناقل ومرتب کی غلطی تصور کرتے ہوئے ادارے کو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح کی جاسکے، راقم اس کی اکتیسویں قسط قارئین سنی دنیا کی نذر کررہا ہے۔

احقر محمد عبدالرحیم نشترؔ فاروقی

گزشتہ سے پیوستہ

عرض...۱۳: کیا مرد کے لئے لال یا گلابی رنگ کے کپڑے پہننے کی اجازت ہے؟ (انگریزی سوال)

ارشاد...: کوئی مسئلہ نہیں ہے اس سے بچتے ہوئے کہ گہرا سُرخ یا گلابی نہ ہو جو کہ خالص عورتوں کے لئے ہوتا ہے۔

عرض...۱۴: کیا ہم لڑکی کا رشتہ دیکھنے سے پہلے اس کا عربی میں ستارہ دیکھ سکتے ہیں؟ کیا اگر ستارہ غلط ہے تو ہم اس لڑکی سے شادی کا رشتہ نہیں کرسکتے ہیں کیا؟

ارشاد...: حدیث میں حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَتٰی عَرَّافًا اَوْ کَاھِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔"

(السنن الکبریٰ للبیہقی، ۸/ ۲۳۳)

جو کسی عرّاف کے پاس یا کاہن کے پاس جائے اور اس سے کوئی بات معلوم کرے وہ بتائے اس میں اس کی وہ تصدیق کرے جو وہ کہتا ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اس صورت میں وہ شخص اس بات سے کافر ہوگیا جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم پر اتاری۔

یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ ستاروں وغیرہ سے جو معلومات حاصل کی جاتی ہیں اس پر یقین کرنا اور اس طور پر سمجھنا کہ یہی ہوگا،

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ منجمین اور پیشن گو اور کاہن اور عراف جو مستقبل کی خبریں دیتے ہیں کہ فلاں ستارہ نکلے گا تو یہ ہوگا وہ ہوگا، فلاں ستارہ منحوس ہے یا فلاں ستارہ خوش بختی کی، سعادت کی نشانی ہے اس کی تصدیق اگر کوئی اس طور پر کرے اور یہ سمجھے کہ جوانہوں نے کہا ہے اس کا خلاف نہیں ہوسکتا یہ کفر ہے اور اگر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عادت جاری کر دی ہے کہ فلاں ستارہ جب طلوع ہوگا تو فلاں حادثہ پیش آئے گا، اب یہ اللہ رب العزت کے قبضے میں ہے کہ وہ متخلف ہوجائے اور وہ حادثہ نہ ہو یعنی وہ یہ گمان کرے کہ یہ جو خبر دے رہا ہے اس کا خلاف بھی ہوسکتا ہے اور ضروری نہیں ہے تو اس صورت میں یہ کفر نہیں ہے البتہ لوگوں کو، عوام کو یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ منجمین اور کاہنوں کی اور عرافوں کی باتوں پر دھیان دیں یا ان کے پاس جائیں اس لئے کہ اس میں اندیشہ فسادِ اعتقاد کا بہت ہے، لہٰذا سرکار کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے یہ فرمایا: **کذب المنجمون ولو صدقوا۔**

(''صدقوا'' کے الفاظ نہ مل سکے، تفسیر رازی، ۲۹/۶۳۴ر میں اس طرح ہے: **کذب المنجمون ورب الکعبة**) اگرچہ منجمین سچے ہوں کسی بات میں اتفاقیہ طور پر پھر بھی وہ جھوٹے ہیں۔

یعنی ان پر اعتماد جائز نہیں ہے لہٰذا سبیل یہی ہے کہ منجمین وغیرہ کی باتوں پر نہ دھیان دیا جائے اور نہ ان کے پاس جایا جائے اگرچہ یہ حق ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ عادت جاری فرمادی ہے اور یہ عالم اسباب ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے سبب کو مسبب سے جوڑا ہے اور بعض تارے وغیرہ ان سے حوادث رونما ہوتے ہیں یہ بات اپنی جگہ پر صحیح ہے لیکن اس کی اجازت نہیں ہے کہ منجمین اور پیشن گو اور پنڈتوں کے پاس لوگ جائیں۔

عرض...۱۵: کیا حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے گائے کا گوشت تناول فرمایا تھا؟

ارشاد...: مسلم شریف میں ایک حدیث ایسی ہے اور فتاویٰ رضویہ کے حاشیے پر حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ نے اُس حدیث کا حوالہ دیا ہے سرِ دست مجھے اُس حدیث کے الفاظ یاد نہیں ہیں۔

عرض...۱۶: کیا بچے کا نام محمد مبتسام حیدر رکھنا ٹھیک ہے سُنا ہے کہ مبتسام عبرانی زبان کا لفظ ہے اور توریت میں موجود ہے اور اسکا مطلب ہے مسکراہٹ؟ کیا یہ درست ہے؟

ارشاد...: ابتسام عبرانی لفظ نہیں ہے بلکہ عربی لفظ ہے اس کے معنٰی وہی ہیں جو سائل نے بتائے مسکراہٹ اور یہ نام ٹھیک ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

عرض...۱۷: ہمارے ملک کے معروف عالم نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی افضلیت جمہور کا مسلک ہے اور اس پر کوئی اجماع نہیں ہوا اس لئے اس کا انکار کرنے والا اہل سنت سے خارج قرار نہیں دیا جاسکتا، کیا یہ صحیح ہے؟ کیا جمہور کے موقف کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے؟ جمہور کی رائے اور اجماع میں کیا فرق ہوتا ہے؟

ارشاد...: اس قسم کے مسائل میں جو مسائل اعتقادیہ ہیں ان میں جمہور سے مراد جب بولتے ہیں تو اہل حق ہی ہوتے ہیں اور یہ مسئلہ، مسائل فرعیہ سے نہیں ہے بلکہ مسئلۂ اعتقادیہ ہے اور اس پر اجماعِ اہل سنت وجماعت، حضور سرور عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک چلا آرہا ہے، اُس میں خلاف کرنے والا ضرور گمراہ ہے، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے ''**غایة التحقیق فی امامة العلی و الصدیق**'' اور ''**مطلع القمرین فی ابانة سبقة العمرین**'' میں اس مسلک کو بہت واضح فرمایا ہے جن صاحب نے یہ دلیل نکالی ان کی دلیل بے بنیاد ہے۔ جمہور کتب عقائد میں بہت جگہ پر اہل سنت وجماعت کا مسلک جمہور کہہ کر ذکر کیا جاتا ہے اور جمہور سے مراد علمائے اہل سنت وجماعت ہی ہوتے ہیں ان کا مخالف بے شک گمراہ ہے۔

عرض...۱۸: حضرت یہ موبائل پر جو قرآنی آیات آتی ہیں بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اسے ڈیلیٹ نہ کیا جائے اور حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ آخر وقت میں لوگ قرآن مٹائیں گے اس کی کیا حقیقت ہے؟

ملفوظات

ارشاد...: قرآنی آیات کو موبائل پر بھیجنا یہ مسئلہ محل نظر ہے اور بہتر یہی ہے کہ اس طور پر پیغامات کا رواج موبائل وغیرہ میں ہے اس سے اگر پرہیز کیا جائے تو پرہیز کرنا ہی میری رائے میں بہتر ہے اور اس سلسلے میں سرِ دست مجھے اور کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔

عرض...: ترجمہ بھیجا جاتا ہے؟

ارشاد...: ترجمہ بھیجنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

عرض...۱۹: کیا ہمیں انگلش میں اسپلینگ (MUHAMMAD) لکھنا چاہئے کیوں کہ بہت سارے لوگ (MOHAMMED) لکھتے ہیں اسی طرح (AHMAD) لکھنا چاہئے یا (AHMED) لکھنا چاہئے؟

ارشاد...AHMAD: یہ صحیح تلفظ ہے اور اُس تلفظ کے مطابق یہ اس کی صحیح اسپیلنگ ہے اور محمد میں MUHAMMAD تلفظ کے بالکل مطابق ہے اور سرکار علیہ الصلاۃ والسلام کا نام موحمد نہیں ہے بلکہ محمد ہے MOH میں تلفظ ہوجاتا ہے موحمد کا، لہٰذا مناسب یہی ہے کہ MUH لکھے۔

عرض...۲۰: کافی عرصہ پہلے ایک کتاب میں پڑھا تھا (اب کتاب یاد نہیں آرہی) کہ حدیث ''پانی کا جانور حلال ہے'' کے تحت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ چونکہ صرف مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اس لئے وہ پانی کا جانور ہے اور حلال ہے کیا اس حدیث کی رو سے ہر قسم کی مچھلی حلال ہوگی بعض مچھلیاں جیسے شارک وغیرہ آدم خور ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ اسی کتاب میں تھا کہ اس حدیث کے تحت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جو جانور بھی پانی میں رہنے والا ہے وہ حلال ہے اس بات سے ہمیں غرض نہیں کہ وہ پانی سے باہر آکر زندہ رہ سکتا ہے یا نہیں کیا امام شافعی علیہ الرحمۃ کا یہی موقف ہے اور اس کے تحت شافعی مسلک میں پانی کے اندر رہنے والی ہر چیز حلال ہے؟

ارشاد...: امام شافعی علیہ الرحمۃ کا کیا موقف ہے اور اس سلسلے میں ان کا کیا فرمان ہے میرے پیش نظر نہیں اور دُرِّ مختار میں خلاصہ کے حوالے سے یہ ہے کہ:

''**لو قیل ما مذھب الامام الشافعی فی کذا وجب علیہ ان یقول قال ابو حنیفہ کذا۔** (درمختار، باب العدۃ، ۳/ ۵۰۸) حنفی سے اگر پوچھا جائے کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا، اس سلسلے میں کیا قول ہے، اس پر واجب یہ ہے کہ وہ یہ کہے کہ میرے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے یہ فرمایا ہے۔''

ہمیں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کی تقلید سے کام ہے ہم ان کے مقلد ہیں اور یہ حدیث میں ہے:

''**من حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنی۔** (غذاء الألباب فی شرح منظومۃ الآداب، ۱/ ۶۹) جس چیز سے آدمی کو کام نہ ہو، آدمی کے حسن اسلام سے ہے کہ اس سے غرض نہ رکھے۔''

البتہ امام اعظم رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ کا مسلک اس سلسلے میں کتب فقہ میں مصرح ہے اس سے صرف جو مچھلی جس کا کھانا حلال ہے اس حدیث سے مذہب حنفی کے طور پر اس مچھلی کی حلت ثابت ہے اور شارک وغیرہ درندہ مچھلیاں اس حکم سے خارج ہیں اور اسی طرح وہ مچھلی جو مرکے پانی پر الٹی تیرنے لگے وہ بھی اس حکم سے خارج ہے اس کا کھانا جائز نہیں ہے مزید تفصیل کتب فقہ میں ہیں، کتب فقہ کا مطالعہ کیا جائے۔

عرض...۲۱: کیا عورت اعتکاف میں انٹرنیٹ پر سوال وجواب سن سکتی ہے یا ای میل کر کے کوئی مسئلہ آپ سے پوچھ سکتی ہے؟

ارشاد...: سوال وجواب سننے میں حرج نہیں اور مسئلہ پوچھنے کے لئے ای میل کی بھی مشروط طور پر اجازت ہوسکتی ہے البتہ اگر اس کا کوئی محرم اس کام میں اس کی کفایت کرسکتا ہے محرم یا شوہر تو اس کے ذریعے سے ای میل کرائے اور مسئلہ پوچھنے کا کام اس کو سونپے اور وہ سن بھی سکتی ہے اور سوال بھی کرسکتی ہے جب کہ اس کا شوہر یا محرم اس سلسلے میں اس کی کفایت نہ کرتا ہو۔

عرض...۲۲: اگر عورت کی آواز بھی عورت ہے (پردہ) تو اس کے لئے اپنے مرشد سے بات کرنے پر کیا حکم نافذ ہوگا؟

ارشاد...: بے ضرورت بات کرنا عورت کے لئے کسی سے جائز نہیں ہے اور ضرورت ہو تو جائز ہے:

''وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ۔'' (سورۃ الاحزاب، جز آیت ۵۳)

یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اگر تمہیں پوچھنے کی ضرورت ہے یا ان سے کوئی چیز مانگو یا پوچھو تو پردے کی آڑ سے پوچھ لو۔

عرض... ۲۳: اعتکاف میں پڑھنے کے لئے کوئی عمل وظیفہ عنایت کردیں؟

ارشاد... : درود شریف، تلاوت قرآن اور استغفار کی کثرت۔

عرض... ۲۴: رات کو سوتے وقت لیٹ کر جب وظیفہ پڑھتے ہیں اس وقت لیٹے لیٹے کیا تصور شیخ کا عمل کرسکتے ہیں؟

ارشاد... : کرسکتے ہیں اگرچہ بہتر یہ ہے کہ کسی سکون کی جگہ پر خلوت میں بیٹھ کر ادب کے ساتھ تصور کرے۔

عرض... ۲۵: رمضان شریف کا چاند نظر آ گیا تھا لیکن کچھ جگہوں پر شہادت نہیں پہنچی تھی تو جن جگہوں پر شہادت نہیں پہنچی تھی وہاں پر لوگوں نے تراویح پڑھ لی اور اس کے بعد میں شہادت پہنچی مسئلہ یہ پوچھنا ہے کہ ان کی تراویح ہوئی یا نہیں؟

ارشاد... : تراویح تو نفل نماز ہے ان کو حکم اس رات میں تراویح پڑھنے کا نہیں تھا انہوں نے اس رات کو جو لیلۃ الشک تھی اس کو شب یکم رمضان سمجھا اس اعتقاد کی بنا پر وہ گناہ گار ہوئے تراویح ہوگئی اگرچہ یہ ہے کہ اس میں کراہت نفل میں تداعی کی وجہ سے کراہت ہے وہ بھی کراہت تنزیہی ہے۔

عرض... : تداعی وہاں پر اس لئے نہیں ہو پائی کہ لوگ پہلے سے موجود تھے عشا کے وقت میں تو یہ تداعی کی صورت تو نہیں ہوگی یا یہ بھی تداعی کی صورت ہوگی کہ لوگ خود بخود پہلے سے موجود تھے؟

ارشاد... : لوگ خود بخود پہلے سے موجود تھے تو اس صورت میں کراہت محل نظر ہے البتہ اس پر کوئی سخت حکم نہیں ہے بس یہی ہے کہ ان لوگوں نے اُس ''لیلۃ الشک'' کو شب یکم رمضان سمجھا بے دلیل شرع، جس سے وہ گناہ گار ہوئے۔

.... جاری ہے

ص ۵۶ رکا بقیہ.........

دیدنی تھی تیرے اندر عشقِ احمد کی تڑپ
ان کی اُلفت میں تیرا آنسو بہانا یاد ہے
شہرۂ آفاق ہے لکھا ہوا تیرا اسلام
خوب اس کا بزم میں پڑھنا پڑھانا یاد ہے
انتظار احمد رضا کا ہے مجھے وقت وصال
سرورِ کون و مکاں کا یہ بتانا یاد ہے
لائقِ تحسین ہیں مسلک کے سارے پاسباں
وقت مشکل ان کا مسلک کو بچانا یاد ہے
حضرتِ صادق بھی ہیں تیرے ہی مسلک پر فدا
اہمیت مسلک کی ان کا بھی بتانا یاد ہے
پاسباں علامہ قدسیؔ ہیں تیرے مسلک کے یوں
ان کا شر کے سامنے ہلچل مچانا یاد ہے
سیدی احمد رضا تیرا رضاؔ تجھ پہ نثار
اس پہ تیرے فیض کا دریا بہانا یاد ہے

□□□

ص ۵۷ رکا بقیہ.........

وادب کی اشاعت اور توسیع کے بھی نت نئے تجربے کئے گئے تھے۔

انہوں نے بتایا کہ لائبریری میں ہر سال قومی ہی نہیں بین الاقوامی سطح کے نامور دانشور تشریف لاتے ہیں۔ ماضی میں بھی یہاں جو شخصیتیں تشریف لائیں ان میں برصغیر کے 6 وائس رائے بھارت کے پانچ صدور اور وزراء اعظم پاکستان کے وزیر اعظم لیاقت علی خاں، شیر بنگال اے کے فضل الحق اور سر ظفر اللہ خاں کے نام سرفہرست ہیں، ڈاکٹر اقبال اور رابندر ناتھ ٹیگور بھی اس لائبریری میں تشریف لائے تھے۔

انہوں نے بتایا کہ لائبریری میں یادگاری خطبات کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے پروگرام بھی منعقد کئے جاتے ہیں جن سے عوام کی دلچسپی ہے۔ ایک طرح سے یہ لائبریری ادبی و علمی تحریکات میں بھی شامل رہی ہے اور ہے۔

□□□

پیروں کے آپ پیر ہیں یا غوث المدد
اہل صفا کے میر ہیں یا غوث المدد
{حضور تاج الشریعہ}

ملفوظات

از: محمد مراد علی*

امام کا مقام ومرتبہ اور اس کو درپیش مشکلات

احوال قوم وملت

مسجد کا امام ہونا بھی عجیب منصب ہے، کوئی بھی شخص امام پر اعتراض کرسکتا ہے اور کوئی بھی ڈانٹ ڈپٹ کا حق رکھتا ہے، امام کیسا بھی عالی مرتبہ اور عظیم کردار کا مالک کیوں نہ ہو، مقتدیوں کی جلی کٹی باتوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھیے، جلیل القدر صحابی ہیں، پہلے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں اپنا ماموں فرمارہے ہیں، ان کے حق میں قرآن کی آیتیں نازل ہورہی ہیں، واحد ایسے صحابی ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والد اور والدہ کو جمع کرتے ہوئے فرمایا:

"تجھ پہ میرے ماں اور باپ قربان۔"

جن کے دل میں کسی مسلمان کے لیے بغض وحسد نہ تھا، مستجاب الدعوات تھے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں تمام تر غزوات میں شریک ہوتے ہیں، راہِ خدا کے پہلے تیر انداز ہیں، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو سالارِ لشکر مقرر فرما کر خرار کی جانب روانہ فرماتے ہیں۔

آپ کے مبارک ہاتھوں پر بہت سی فتوحات ہوئیں، لیکن جب امارتِ کوفہ کے دوران مصلائے امامت پہ کھڑے ہوتے ہیں تو کوفہ والوں کے اعتراضات کا محور بن جاتے ہیں، کوفہ والے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شکایات بھجواتے ہیں اور ان میں ایک شکایت یہ بھی ہوتی ہے کہ

" سعد بن ابی وقاص نماز ٹھیک نہیں پڑھاتے۔"

وہ شخص جس نے نماز اللہ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھی، اس شخص کی نماز پر دیہاتیوں کا اعتراض، بالکل آج کل جیسے حالات کا منظر پیش کر رہا ہے، آج کے ائمہ نے نماز اگرچہ براہ راست نبی سے نہیں سیکھی مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال سے سیکھی ہے۔

جن لوگوں کو دینیات کی بالکل خبر نہیں ہوتی ان کی نظر بھی امام کے پائینچوں اور سجدے میں اٹھتی انگلیوں پر رہتی ہے، جو لوگ دو چار مسائل کسی کتاب میں پڑھ لیتے ہیں خاص طور پر دین کے نام نہاد ٹھیکیدار حضرات، لیکن ان مسائل کی تفاصیل اور اسلاف اکابر علما کی آرا سے یکسر غافل اور کورے ہوتے ہیں، ان کی زبانیں بھی اہلِ علم پر ائمہ کرام پر تبصرہ کرتے نہیں تھکتیں۔

بہر حال جب حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ تحقیق احوال کے لیے کوفہ والوں کی طرف محمد بن مسلمہ اور عبداللہ بن ارقم کو بھیجتے ہیں جو ایک ایک مسجد میں جا کر حضرت سعد بن ابی وقاص کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

حیرت کی بات ہے کہ شکایات کوفہ سے چل کر مدینہ پہنچیں، لیکن محمد بن مسلمہ اور عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما جس سے بھی سوال کرتے ہیں تو جواب میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی تعریف ہی سننے کو ملتی ہے، ایک ایک مسجد میں جا کر پوچھا لیکن کسی کی طرف سے کوئی اعتراض موصول نہیں ہوا، البتہ جب پوچھتے پوچھتے سلسلہ بنو عبس کی مسجد تک پہنچا تو صرف ایک شخص "اسامہ بن قتادۃ" نامی اٹھ کر حضرت سعد بن ابی وقاص کی شکایت کرتا ہے کہ آپ کی نماز ٹھیک نہیں، یہ جہاد کے سلسلے میں کوتاہی کرتے ہیں، فیصلے میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیتے۔

اعتراض کچھ بھی تھا لیکن یہاں انتہائی قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ شکایات کوفہ سے مدینہ بھیجی گئیں لیکن کوفہ کی کسی مسجد میں ایک شخص کے علاوہ کوئی اعتراض کرنے والا نہیں ملتا، یہ حقیقت

* مضمون نگار بزم علمائے اہل سنت سمستی پور کے رکن ہیں۔

تاریخ کا حصہ اور لائقِ اعتماد کتب میں موجود ہے کہ جانچ پڑتال کے دوران صرف ایک ہی ایسا آدمی ملا جسے حضرت سعد بن ابی وقاص پر اعتراض تھا، لیکن شکایات مدینہ بھجوائی گئیں اور یہ تاثر دیا گیا کہ اگر حضرت سعد کو معزول نہ کیا گیا تو فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے اور پھر عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر بھی دیا۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر یہ کہنا ہرگز بے جا نہ ہوگا کہ بعض اوقات صرف ایک دو افراد یا مقتدیوں کو امام سے شکایت ہوتی ہے، لیکن ان کا پروپیگنڈہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ" یہ شخص اس منصب جلیل کے لائق نہیں، اگر اس کو اب بھی اس منصب پر باقی رکھا جائے تو فتنہ وفساد کا اندیشہ ہے اور یوں پروپیگنڈہ جیت جاتا ہے اور امام ہار جاتا ہے۔

میں اس مقام پر پروپیگنڈہ کرنے والوں کو دل کے کانوں سے متوجہ ہونے کی دعوت دوں گا، اس میں شک نہیں کہ ہم جیسے ائمہ مساجد لائقِ تعریف نہیں، لیکن میرے بھائیو!

کبھی آپ کی مسجد کا امام بے قصور بھی ہوتا ہے اور آپ کے اعتراضات بے جا بھی ہوتے ہیں، ایسی حالت میں اگر اپنی "انا" کی تسکین کے بجائے اللہ کی پکڑ سے ڈریئے اور ذہن میں یہ عبرت ناک واقعہ رکھیے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے معترض کی ناحق باتیں سنی تو اپنے ہاتھ اللہ جل جلالہ کے دربار میں اٹھا کر یہ دعا کی:

"اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ عَبْدُكَ هَذَا كَاذِبًا، قَامَ رِيَاءً وَسُمْعَةً، فَأَطِلْ عُمْرَهُ، وَأَطِلْ فَقْرَهُ، وَعَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ۔ یعنی اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور نام ونمود کی خواہش میں اٹھا ہے تو اس کی عمر کو لمبا کر، اس کی محتاجی میں اضافہ کر اور اسے فتنوں میں مبتلا کر۔"

وقت گزر گیا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ معزول بھی ہو گئے، پروپیگنڈہ جیت گیا لیکن سعد بن ابی وقاص کی دعا اللہ جل جلالہ کے ہاں محفوظ رہی اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہ شخص جس نے آپ کی بے شکایت کی تھی انتہائی بڑھاپے کو پہنچا، اس کی بھنویں آنکھوں پر گر چکی تھیں، راستے میں کھڑے ہو کر بھیک مانگتا اور جب کوئی عورت سامنے سے گزرتی تو اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرتا اور ذلیل وخوار ہوتا۔

لوگ کہتے اے بوڑھے! تمہیں عورتوں کو چھیڑتے ہوئے حیا نہیں آتی؟ جواب میں کہتا:

"میں کیا کروں؟ مجھ بڈھے کو سعد بن ابی وقاص (ایک امام) کی بددعا لگ گئی ہے۔"

آج کے دور کا امام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا تو نہیں، لیکن کسی بھی مسلمان پر ناحق اعتراضات کرتے وقت اللہ کی پکڑ کو بھول جانا بھی انتہائی کم نصیبی کی علامت ہے، ہم اپنے پروپیگنڈہ میں تو جیت سکتے ہیں لیکن اللہ جل جلالہ کے ہاں فیصلے حقائق کی بنیاد پر ہوتے ہیں، اس لئے ہمیں ان فیصلوں سے بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں مسجدوں کے نظام میں بہتری لانے کی توفیق بخشے، مسجد کے امام، خطیب اور انتظامیہ میں سے ہر ایک کو اپنی ذمہ داری سمجھنے اور اسے حتی المقدور نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

□□□

ص ۵۸ / کا بقیہ..........................

آواز سنی اور ایسے ہی کیا جیسا میں نے کیا۔

آخر میں حکومت سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ حکومت کو چاہیے کہ جلد از جلد اپنے ناپاک ارادوں سے باز آئے اور مدینہ منورہ کی حرمت کو پامال نہ ہونے دے۔

صلاۃ وسلام اور مناظر اہلِ سنت کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا، جلسہ میں مولانا عقیل صاحب، مولانا ہاشم صاحب بلرامپوری، قاری قمر الزماں صاحب، حافظ غلام یٰسین اختر قادری، حافظ حسین رضا حشمتی، حافظ محمود سیتاپوری، محمد اسلم قادری اور شادان فریدی کے علاوہ کثیر تعداد میں مسلمانانِ اہلِ سنت نے شرکت کی سعادت حاصل کی۔

□□□

احوال قوم وملت

از: محمد ابوایوب

دولہا ہاٹ کی ضرورت

احوال قوم وملت

عرف عام میں ''ہاٹ'' اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ضرورت کی چیزیں خریدی بیچی جائیں، ہاٹ کا رواج زمانہ قدیم سے ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کو جہاں بیچنے کو لے گئے تھے، وہ (بازار مصر) بھی ہاٹ ہی تھا، مکہ کا بازار ''عکاظ'' اور مدینہ کا ''سوق الطباخہ'' اور ''سوق المناخہ'' آج بھی مشہور ہے، حتی کہ جنتی جنت میں بھی ہر جمعہ کو ''ہاٹ'' جائیں گے، مسلم شریف میں ہے:

''ان فی الجنة لسوقا یاتونها کل جمعة۔ یعنی بے شک جنت میں ایک بازار ہے جہاں جنتی ہر جمعہ کو آئیں گے۔''

الغرض ہاٹ ہر دور کی ضرورت ہے، ضرورت مند ہاٹ پہنچ کر ضرورت کی چیزیں باسانی خرید بیچ لیتے ہیں، ہاٹ میں ہر چیز کے بکنے کی الگ الگ جگہ ہوتی ہے، مثلاً دھان ہاٹی، پاٹ ہاٹی، گوشت ہاٹی، سبزی ہاٹی، مچھلی ہاٹی، بکری ہاٹی، گوروہاٹی، وغیرہ۔

میں چند پچھلے سالوں سے یہ محسوس کر رہا ہوں کہ مذکورہ ہاٹوں میں ایک اور ہاٹ کا اضافہ وقت کی سخت ضرورت ہے اور وہ ہے ''دولہا ہاٹی'' جب دولہا بھی بکتا اور خریدا جاتا ہے تو پھر ''دولہا ہاٹی'' کیوں نہیں؟ جب بکنا ہی ہے تو شان سے بکو! ہاٹ میں بڑے سے بورڈ پر لکھا ہو ''دولھا ہاٹی'' نیچے جلی حروف میں لکھا ہو ''یہاں ہر قسم کے دولہا دستیاب ہوں، امیر دولہا، غریب دولہا، خاندانی دولہا، عام دولہا، خاص دولہا، پڑھا لکھا دولہا، ان پڑھ دولہا، کمائی کرنے والا دولہا، باپ کی کمائی پر پلنے والا دولہا، سرکاری نوکری والا دولہا، باہر کمانے والا دولہا'' وغیرہ۔

پھر اس میں کوالیٹی ہو: دلی ماڈل، بمبئی ماڈل، پنجاب ماڈل، کیرلا ماڈل، حیدر آباد ماڈل، علاقائی ماڈل، پھر ہر ماڈل کی درجنوں ورائٹی ہو اور تھوڑی سی جگہ علما کے لئے بھی ہو، آخر ان میں سے بھی تو کچھ بکتے ہیں، ان کی ورائٹی کچھ اس طرح ہو: عالم دولہا، حافظ وقاری دولہا، مفتی دولہا، مدرسہ چلانے والا دولہا، مدرسہ پڑھانے والا دولہا، وغیرہ وغیرہ۔

پھر ہاٹ پہنچ کر جو تصویر کھینچواتے ہیں وہ اپنی تصویر لٹکائیں اور جو نہیں کھینچواتے ہیں، وہ سج دھج کر خود کھڑا رہیں اور ہر دولہا کے قریب اس کے سرپرست ہوں، آخر سودا تو وہی کرتے ہیں، بیچارہ دولہا تو اپنے بکنے کا تماشائی ہوتا ہے، ویسے تو جو روز بکتی ہے اور اپنا دام اصول کرتی ہے، معاشرہ اسے طوائف کہتا ہے اور جو زندگی میں ایک مرتبہ بکتا ہے اور اپنا دام وصول کرتا ہے دور جدید میں اس انوکھی مخلوق کو ''دولہا'' کہتے ہیں، یاللعجب، بعض علما تو ''السکوت کالرضا'' کی دلیل سے دولہا کو بھی مجرم مانتے ہیں اور میں بھی مانتا ہوں کہ بجا مانتے ہیں۔

پھر جس طرح لوگ بکنے والی گائے، بیل اور بھینس وغیرہ کی خوبیاں بیان کرتے ہیں کہ یہ گائے اتنا دودھ دیتی ہے، یہ بیل ہل، بار برداری سب میں مضبوط اور فائق ہے، ویسے ہی دولہے کی خوبیاں بیان کریں کہ یہ دولہا اتنا کماتا ہے، اتنی زمین ہے، فلاں شہر میں مکان ہے، فلاں چوک میں اس کے باپ کی دکان ہے، فلاں چوک میں زمین خریدی ہے، کیوں کہ انہیں خوبیوں سے تو قیمت طے ہوتی ہے کہ دولہا کی قیمت کتنی ہو، ٹو ویلر کے قابل ہے، یا فور ویلر کے قابل ہے یا جو بھی مول بھاؤ میں طے ہو۔

نوکری پیشہ یا نیتا یا جس کے دو تین لڑکے باہر کماتے ہیں، وہ ان جھمیلوں میں نہ پڑے بلکہ سیدھا ہاٹ پہنچ کر من پسند دولہا منہ مانگی قیمت پر خرید لے، موجودہ حالات میں محققین عصر و مدققین مغرب کو حلال، حرام، حمیت، غیرت، انسانیت، ہمدردی اور روا داری جیسے درجنوں بار بھر کم الفاظ جو متروک المعنی ہو چکے ہیں، انھیں متروک الاستعمال بھی قرار دے دینا چاہیے بقیہ ص ۵۱ ر پر

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عشق

سوشیل میڈیا سے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ آپ نے پہلی دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے دیکھا؟ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ کے لوگوں کو بہت ہی کم جانتا تھا، کیونکہ غلام تھا اور عرب میں غلاموں سے انسانیت سوز سلوک عام تھا، ان کی استطاعت سے بڑھ کے ان سے کام لیا جاتا تھا تو مجھے کبھی اتنا وقت ہی نہیں ملتا تھا کہ باہر نکل کے لوگوں سے ملوں۔

لہٰذا مجھے حضور پاک، یا اسلام، یا اس طرح کی کسی چیز کا قطعی علم نہ تھا، ایک دفعہ کیا ہوا کہ مجھے سخت بخار آ گیا، سخت جاڑے کا موسم تھا اور انتہائی ٹھنڈ اور بخار نے مجھے کمزور کر کے رکھ دیا، لہٰذا میں نے لحاف اوڑھا اور لیٹ گیا، ادھر میرا مالک جو یہ دیکھنے آیا کہ میں جَو پیس رہا ہوں یا نہیں، وہ مجھے لحاف اوڑھ کے لیٹا دیکھ کے آگ بگولا ہو گیا۔

اس نے لحاف اتارا اور سزا کے طور پہ میری قمیص بھی اتروا دی اور مجھے کھلے صحن میں دروازے کے پاس بٹھا دیا کہ یہاں بیٹھ کے جَو پیس، اب سخت سردی، اوپر سے بخار اور اتنی مشقت والا کام، میں روتا جاتا تھا اور جَو پیستا جاتا تھا، کچھ ہی دیر میں دروازے پہ دستک ہوئی، میں نے اندر آنے کی اجازت دی تو ایک نہایت متین اور پرنور چہرے والا شخص اندر داخل ہوا اور پوچھا کہ جوان کیوں روتے ہو؟

جواب میں، میں نے کہا کہ جاؤ اپنا کام کرو، تمہیں اس سے کیا میں جس وجہ سے بھی روؤں، یہاں پوچھنے والے بہت ہیں لیکن مداوا کوئی نہیں کرتا، قصہ مختصر، حضرت بلال نے حضور کو کافی سخت جملے کہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم یہ جملے سن کے چل پڑے، جب چل پڑے تو بلال نے کہا کہ بس؟ میں نہ کہتا تھا کہ پوچھتے سب ہیں، مداوا کوئی نہیں کرتا۔

حضور یہ سن کر بھی چلتے رہے، بلال کہتے ہیں کہ دل میں جو ہلکی سی امید جاگی تھی کہ یہ شخص کوئی مدد کرے گا، وہ بھی گئی، لیکن بلال کو کیا معلوم کہ جس شخص سے اب اس کا واسطہ پڑا ہے، وہ رحمت اللعالمین ہے۔

حضرت بلال کہتے ہیں کہ کچھ ہی دیر میں وہ شخص واپس آ گیا، اس کے ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا پیالہ اور دوسرے میں کھجوریں تھیں، اس نے وہ کھجوریں اور دودھ مجھے دیا اور کہا کھاؤ پیو اور جا کے سو جاؤ، میں نے کہا تو یہ جَو کون پیسے گا؟ نہ پیسے تو مالک صبح بہت مارے گا، اس نے کہا تم سو جاؤ، یہ پسے ہوئے مجھ سے لے لینا۔

حضرت بلال سو گئے اور حضور نے ساری رات ایک اجنبی حبشی غلام کے لئے چکی پیسی، صبح بلال کو پسے ہوئے جو دیئے اور چلے گئے، دوسری رات پھر ایسا ہی ہوا، دودھ اور دوا بلال کو دی اور ساری رات چکی پیسی، ایسا تین دن مسلسل کرتے رہے جب تک بلال بھی ٹھیک ہو گئے۔

یہ تھا وہ تعارف جس کے بطن سے اس لافانی عشق نے جنم لیا کہ آج بھی حضرت بلال کو صحابیِ رسول ﷺ بعد میں "عاشق رسول ﷺ" پہلے کہا جاتا ہے۔

حضرت بلال نے حضور کے وصال کے بعد اذان دینا بند کر دی کیونکہ جب اذان میں "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ" تک پہنچتے تو حضور کی یاد میں ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اور زار و قطار رونے لگتے تھے۔

ایثار اور اخوت کا یہ جذبہ اتنا طاقتور ہے، اللہ رب العزت ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ❑❑❑

ایک ایمان افروز واقعہ

سوشیل میڈیا سے

حضرت سیدنا زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد نے بتایا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کے درمیان جلوہ فرما تھے کہ اچانک ہمارے قریب سے ایک شخص گزرا جس نے اپنے بچے کو کندھوں پر بٹھا

رکھا تھا، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ان باپ بیٹے کو دیکھا تو فرمایا، جتنی مشابہت ان دونوں میں پائی جا رہی ہے میں نے آج تک ایسی مشابہت اور کسی میں نہیں دیکھی، یہ سن کر اس شخص نے عرض کی اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میرے اس بچے کا واقعہ بہت عجیب و غریب ہے، اس کی ماں کے فوت ہونے کے بعد اس کی ولادت ہوئی ہے، یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، پورا واقعہ بیان کرو۔

وہ شخص عرض کرنے لگا، اے امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میں جہاد کے لئے جانے لگا تو اس کی والدہ حاملہ تھی، میں نے جاتے وقت دعا کی اے اللہ عزوجل! میری زوجہ کے پیٹ میں جو حمل ہے میں اُسے تیرے حوالے کرتا ہوں، تُو ہی اس کی حفاظت فرمانا، یہ دعا کر کے میں جہاد کے لئے روانہ ہو گیا جب میں واپس آیا تو مجھے بتایا گیا کہ میری زوجہ کا انتقال ہو گیا ہے، مجھے بہت افسوس ہوا۔ ایک رات میں نے اپنے چچا زاد بھائی سے کہا، مجھے میری بیوی کی قبر پر لے چلو۔

چنانچہ ہم جنت البقیع میں پہنچے اور اس نے میری بیوی کی قبر کی نشاندہی کی، جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ قبر سے روشنی کی کرنیں باہر آ رہی ہیں، میں نے اپنے چچا زاد بھائی سے کہا، یہ روشنی کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا، اس قبر سے ہر رات اسی طرح روشنی ظاہر ہوتی ہے، نہ جانے اس میں کیا راز ہے؟ جب میں نے یہ سنا تو ارادہ کیا کہ میں ضرور اس قبر کو کھود کر دیکھوں گا، چنانچہ میں نے پھاوڑا منگوایا ابھی قبر کھودنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ قبر خود بخود کھل گئی۔

جب میں نے اس میں جھانکا تو اللہ عزوجل کی قدرت کا کرشمہ نظر آیا کہ یہ میرا بچہ اپنی ماں کی گود میں بیٹھا کھیل رہا تھا جب میں قبر میں اُترا تو کسی ندا دینے والے نے ندا دی، تُو نے جو امانت اللہ عزوجل کے پاس رکھی تھی وہ تجھے واپس کی جاتی ہے، جا! اپنے بچے کو لے جا، اگر تُو اس کی ماں کو بھی اللہ عزوجل کے سپرد کر جاتا تو اسے بھی صحیح و سلامت پاتا۔ پس میں نے اپنے بچے کو اٹھایا اور قبر سے باہر نکلا جیسے ہی میں قبر سے باہر نکلا قبر پہلے کی طرح دوبارہ بند ہو گئی۔

صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا بیٹا اللہ عزوجل کے سپرد کیا تو اللہ عزوجل نے اسے قبر میں بھی زندہ رکھا، اے اللہ عزوجل! ہم بھی اپنا ایمان تیرے سپرد کرتے ہیں تو ہمارے ایمان کی حفاظت فرمانا اور ہمارا خاتمہ بالخیر فرمانا۔ {عیون الحکایات، حصہ اوّل}

□□□

ایک دل چسپ لطیفہ

از وسیم اختر رضوی

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ اپنی بیٹی کو جہیز میں ہر چیز دوں گا، اب کیا کروں کہ قسم پوری ہو کیونکہ ہر چیز تو بادشاہ بھی نہیں دے سکتا، حضرت امام محمد نے ارشاد فرمایا:

"تو اپنی بیٹی کو جہیز میں قرآن شریف دے دے، کیونکہ قرآن شریف میں ہر چیز ہے اور یہ آیت کریمہ تلاوت کی: ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔"

لہٰذا لڑکیوں کو جہیز نہ لانے کا طعنہ دینے والے لڑکے والوں کو بالخصوص ساس نندوں کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جس نے جہیز میں قرآن شریف دے دیا گویا اس نے سب کچھ دے دیا، اس لئے اپنی بہوؤں کو جہیز نہ لانے کا طعنہ ہرگز نہ دیں، ذرا غور تو کریں کہ کیا دنیوی سازوسامان، چولہا چکی اور روپئے پیسے "قرآن شریف" سے بڑھ کر ہیں؟

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی لڑکیوں کو یہ تعلیم دیں کہ جب ان کی ساس نند جہیز نہ لانے کا طعنہ دیں تو وہ نرمی سے انھیں سمجھائیں کہ میں مسنون طریقہ پر حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی غلامی میں آپ کے گھر آئی ہوں، اگر آپ نے مجھ پر طعن کیا تو آپ یہ طعنہ مجھ پر نہ ہوگا بلکہ اسلام اور بانی اسلام علیہ السلام پر ہوگا اور ساس نند بھی خوب یاد رکھیں کہ یہ جواب سن کر بھی زبان نہ روکی تو ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔

□□□

لاکھ گنہگار سہی، میرے صحابہ کا گستاخ تو نہیں

از: عبدالمصطفیٰ

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑوس میں ایک فاسق وفاجر شخص رہتا تھا، ایک دن اس نے امام احمد بن حنبل کو سلام کیا تو آپ نے صحیح سے جواب نہ دیا اور ناخوشی کا اظہار کیا، اس شخص نے کہا: اے ابو عبداللہ! آپ مجھ سے ناخوش کیوں ہیں؟ آپ کو میرے (گناہوں کے) بارے میں جو کچھ معلوم ہے، ایک خواب دیکھنے کے بعد میں اس سے صدق دل سے توبہ کر چکا ہوں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے کیا خواب دیکھا؟ اس شخص نے کہا کہ مجھے خواب میں جان جہاں، سرور کون ومکاں ﷺ کی اس طرح زیارت ہوئی کہ آپ ﷺ زمین کے ایک بلند حصے پر تشریف فرما ہیں اور بہت سے لوگ نیچے بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک ایک شخص اٹھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور عرض کرتا کہ حضور! میرے لیے دعا فرمائیں، آپ ﷺ ہر ایک کے لیے دعا فرماتے، وہاں موجود تمام لوگوں نے دعا کرائی، صرف میں ہی باقی رہ گیا؛ جب میں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا تو اپنے برے اعمال کی بنا پر شرما گیا اور مجھے اٹھنے کی ہمت نہ ہوئی۔

رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فلاں، تو اٹھ کر ہمارے پاس کیوں نہیں آتا اور ہم سے دعا کی درخواست کیوں نہیں کرتا؟ تاکہ ہم تیرے لیے بھی دعا کر دیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے کرتوت بہت برے ہیں جس کی وجہ سے میں شرمندہ ہوں اور یہ شرمساری مجھے کھڑا ہونے سے روک رہی ہے۔

سلطان دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر شرم تجھے کھڑا ہونے سے روک رہی ہے تو ہم تمھیں کہتے ہیں کہ اٹھ کر ہم سے درخواست کرو، ہم تمہارے لیے دعا کریں گے (سبحان اللہ) کیوں کہ تم (گنہگار تو ہو لیکن) ہمارے کسی صحابی کو گالی نہیں دیتے۔ (ان کی برائی نہیں کرتے)

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے میرے لیے بھی دعا فرمائی؛ میں جب بیدار ہوا تو مجھے اپنے تمام برے مشاغل (یعنی اپنے برے کاموں) سے نفرت ہو چکی تھی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے شاگردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اس حکایت کو یاد کر لو اور اسے بیان کیا کرو کیوں کہ یہ فائدے مند ہے۔

(انظر: مصباح الظلام بہ حوالہ طبقات الحنابلہ از قاضی ابویعلی حنبلی، 1/118)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو جملہ صحابۂ کرام کی سچی محبت عطا فرمائے اور ان کے گستاخوں کی بری صحبت سے بچائے، آمین۔

□□□

ص ۵۲ کا بقیہ.........................

اور عام بول چال سے، علما کی تقاریر اور لغات کی کتابوں سے بھی ان الفاظ کو نکال کر باہر کا راستہ دکھا دینا چاہیے۔

اس ''دولہاہاٹ'' کی افتتاح کے لئے باقاعدہ جشن افتتاح منائیں، جس میں علما و مشائخ اور نیتاؤں مدعو کریں، آخر یہ معزز ہستیاں بھی تو بکتے ہوئے دولہا کو دیکھ کر ''صم بکم عمی'' کی عملی تفسیر بن جاتے ہیں، بلکہ بعض وقت تو ان میں سے چند حضرات خود بھی بڑی بڑی بولیاں لگا کر دولہا خریدتے بیچتے ہیں یعنی بردہ فروشی باندازِ دیگر رائج الوقت ہے۔

یاد رہے ''دولہن ہاٹ'' کی قطعاً ضرورت نہیں ہے، اس لئے کہ شادی میں اصل مقصد دولہن نہیں جہیز ہے، آپ نے جہیز کے لئے دولہن کو ٹھکراتے دیکھا ہوگا مگر کہیں دولہن کی وجہ سے جہیز کو ٹھکراتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا۔

□□□

ص ۵۶ کا بقیہ.........................

جو کوئی امید لے کر آپ کے پاس آیا کبھی
آپ نے سب کا کیا دل سے بھلا احمد رضا
اس کو منزل مل گئی تحسینؔ دیکھا بارہا
نقش پا پے آپ کے جو بھی چلا احمد رضا

□□□

مخزنِ جودوکرم ہے آستانِ غوثِ پاک

(از: مولانا محبوب گوہراسلام پوری، مظفر پور

مخزنِ جودوکرم ہے آستانِ غوثِ پاک
ہے حسینی اور حسنی بوستانِ غوثِ پاک

باپ ابُوصالح ہیں، ماں کا نام اُمُّ الخیر ہے
خاندانوں میں ہے اچھا خاندانِ غوث پاک

ان کی رفعت کے ہے آگے خم ثریا کی جبیں
یہ زباں کیسے بیاں کر پائے شانِ غوث پاک

ان کے دیوانوں سے خطہ کوئی بھی خالی نہیں
ہر طرف موجود ہیں وابستگانِ غوث پاک

انجمن در انجمن ہے ذکر اُن کے نام کا
شوق سے سُنتی ہے دنیا داستانِ غوث پاک

چور آیا چوری کرنے تو ولی بن کر گیا
معرفت کا اک خزینہ ہے مکانِ غوث پاک

حق کی خاطر جان دینے سے نہیں کرتے گریز
ایسے ایسے ہیں جہاں میں عاشقانِ غوث پاک

بقیہ ص ۳۰ ر پر

آپ کو سب کہہ رہے ہیں پارسا احمد رضا

(از: مولانا محمد تحسین رضا قادری، کانپور یوپی

راستہ بھٹکے ہوؤں کے رہنما احمد رضا
غم کے ماروں کا بنے ہیں آسرا احمد رضا

آپ کا مشہور تقویٰ ہوگیا احمد رضا
وہ عبادت کا ہمیشہ سلسلہ احمد رضا

آپ سے کیا کیا ہمیں حاصل ہوا احمد رضا
اک شفقت کا ملا ہے فلسفہ احمد رضا

ذکر ہوتا ہے ہمیشہ جا بجا احمد رضا
آپ کو سب کہہ رہے ہیں پارسا احمد رضا

نوجواں چھوٹے بڑے سبکو عقیدت آپ سے
کس قدر رتبہ بڑا ہے آپ کا احمد رضا

آپ سے ملتا ہے جو کرتا ہے وہ محسوس یہ
سب کے دل میں اک گھر سا بن گیا احمد رضا

کوئی بھی اپنا پرایا جانتا ہو یا نہیں
کی ہیں سب کے واسطے دل سے دعا احمد رضا

بقیہ ۵۵ ص ر پر

جامِ عشقِ مصطفیٰ تیرا پلانا یاد ہے

(از: محمد جاوید اقبال رضا قادری رضوی
نارووال، پنجاب، پاکستان

سیدی احمد رضا تیرا زمانہ یاد ہے
جامِ عشقِ مصطفیٰ تیرا پلانا یاد ہے

تیری ہیبت سے چھپے پھرتے تھے گستاخِ نبی
ان پہ تیرا خنجر خامہ چلانا یاد ہے

ہجر سرکارِ دوعالم میں ہوئے جب بے قرار
تم کو آقا کا حسیں جلوہ دکھانا یاد ہے

زندگی بھر پُر ثبات اپنی دلیلوں سے سدا
باطلوں کی فکر پر نیزہ چلانا یاد ہے

پڑھ کے تیری دولتِ مکّیّہ سب گستاخ کا
شرم کے مارے عرب میں منہ چھپانا یاد ہے

بقیہ ص ۴۹ ر پر

اسلام بُت شِکن ہے، وہابی صنم فروش

(از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی بارہ بنکوی
امام وخطیب نوری جامع مسجد، مسقط عمان

اسلام بُت شِکن ہے، وہابی صَنَم فروش
دین ووطن فروش، زبان وقلم فروش

فطرت میں ہے سیاہی، دغا اور فریب کی
وعدہ فروش، قول وقرار وقَسم فروش

کچھ بھی نہیں ہے فرق، سعود و یہود میں
یہ شاہی نسل کیا ہے؟ فقط اک حرم فروش

یہ کر رہے ہیں عام، سنیما، جُوا، شراب
ملت فروش، عزّووقار وبھرم فروش

خود شرک شرک کہہ کے، بنا بیٹھے بتکدہ
دوزخ میں جیتے جی گرے، نجدی اِرم فروش

بقیہ ص ۳۸ ر پر

منظومات

شانِ ہندوستان! خدا بخش لائبریری

ایک ریسرچ اسکالر کے قلم سے

خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ بہار نہ صرف بہار بلکہ پورے ہندوستان کی آن بان شان ہے، پٹنہ جس کا قدیم نام عظیم آباد ہے، اُس کے قلب میں نادر مخطوطات کا ایک عظیم الشان خزانہ موجود ہے، اس کا نام خدا بخش لائبریری ہے اور یہ گنگا ندی کے پُرسکون ساحل پر واقع ہے۔

اِس لائبریری نے پٹنہ کو بین الاقوامی علمی نقشے پر ایک منفرد نام عطا کیا ہے یہاں ماضی کا عظیم ورثا مخطوطات کی شکل میں موجود ہے۔

یہ مخطوطات صرف کاغذ پر نہیں لکھے ہوئے ہیں بلکہ تاڑ کے پتوں، کپڑے اور ہرن کی کھال پر بھی اس زمانے میں لکھے گئے جب کاغذ نہیں ہوا کرتا تھا، اس لائبریری میں 21 ہزار سے زائد مخطوطات موجود ہیں جو عربی، فارسی، اردو، سنسکرت، پشتو اور ترکی زبانوں میں ہیں، ان میں سے کئی تو یکتائے روزگار ہیں اور ان کا دوسرا نسخہ دنیا میں کہیں موجود نہیں ہے۔

اس لائبریری کے قیام کو 100 سال سے زائد کا عرصہ ہو چکا ہے اور اس کی کہانی مرحوم محمد بخش سے شروع ہوتی ہے جو خدا بخش کے والد تھے۔ انہوں نے اپنے ذاتی شوق کے تحت تقریباً 1400 مخطوطات حاصل کئے تھے اور مرتے وقت اپنے صاحب زادے خدا بخش کو سونپتے ہوئے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ اسے ایک عوامی کتب خانہ کی شکل دیں اور مخطوطات کی تعداد میں اضافہ کریں۔

خدا بخش خاں کی زندگی میں ہی یہ کتب خانہ اورینٹل لائبریری کے نام سے موسوم ہوا اور 14 جنوری 1891 کو خدا بخش نے باضابطہ وقف نامہ کے ذریعہ یہ کتب خانہ عوام کو وقف کر دیا۔ سنہ 1969 میں بھارتیہ حکومت نے اسے قومی اہمیت کا ادارہ قرار دے کر اس کے لئے پارلیمنٹ سے ایک قانون وضع کیا۔

اس میں 21 ہزار سے زائد مخطوطات موجود ہیں جو عربی، فارسی، اردو، سنسکرت، پشتو اور ترکی زبانوں میں ہیں، ان میں سے کئی تو یکتائے روزگار ہیں اور ان کا دوسرا نسخہ دنیا میں کہیں موجود نہیں، اس وقت 21 ہزار مخطوطات کی فہرست سازی کا کام مکمل ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ اس کے ڈیجیٹلائزیشن کے کام کی بھی تکمیل ہو چکی ہے۔

لائبریری میں مختلف زبانوں کی ڈھائی لاکھ سے بھی زیادہ کتابیں موجود ہیں اور اس کا ریسرچ جنرل گزشتہ چالیس برسوں سے باقاعدگی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے، اس کے اب تک 150 شمارے شائع ہو چکے ہیں۔

انہوں نے بتایا کہ لائبریری کے نادر مخطوطات میں سب سے اہم قرآن مجید کا ایک ورق ہے جو خط کوفی میں ہرن کی کھال پر لکھا ہوا ہے، روایت ہے کہ یہ تحریر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہے، قرآن مجید کا یہ بیش قیمت نسخہ عباسی عہد کے مشہور خوش نویس ''**یعقوت المستعصمی**'' کی تحریر میں ہے۔

یہ تیرہویں صدی عیسوی کی تحریر ہے، اس کے علاوہ تاریخی اہمیت کے مخطوطات میں اکبری عہد کی تاریخ خاندان تیمور یہ سر فہرست ہے، اس کی تصنیف اکبر کے بائیسویں سنہ جلوس میں ہوئی، جس کی توثیق شاہجہاں نے اپنی تحریر میں کی ہے۔

اس میں اکبری عہد کے اہم ترین مصوروں کے ذریعہ بنائی گئی 133 تصویریں ہیں، اس مخطوطے کا کوئی دوسرا نسخہ کہیں دستیاب نہیں ہے، ایک اور اہم مخطوطا حسینی کا تحریر کردہ شاہنشاہ نامہ ہے۔ 16 ویں صدی عیسوی کی اسی تصنیف میں ترکی کے سلطان محمد ثالیث کے عہد حکومت کا ذکر ہے۔ یہ شاہجہاں کے ذاتی کتب خانہ کی زینت تھا اس پر کئی مغل شاہزادگان کی مہریں بھی موجود ہیں۔

لائبریری کی موجودہ شکل خان بہادر خدا بخش خاں کی وصیت کے عین مطابق ہے، ان کے سامنے کتب خانہ کا تصور محض کتابوں کا مدفن نہیں بلکہ علم کی اشاعت کے مرکز کے طور پر تھا ان کی نظر میں عہد وسطیٰ کے وہ اسلامی کتب خانہ تھے، جہاں صرف کتابوں کو محفوظ رکھنے پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا تھا بلکہ علم بقیہ ص ۴۹ پر

خیر و خبر

امارت سعودیہ کی بے حیائی وفحاشی

ترے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

۲۳ رستمبر بروز جمعرات بعد نماز ظہر شہر حق ردولی شریف کی جامع مسجد میں " نجدی حکومت کی طرف سے مدینہ منورہ میں دس سینما گھر کھولے جانے" کی مذمت میں ایک احتجاجی جلسہ انعقاد ہوا، جس کی صدارت مناظر اہل سنت سیفِ رضا علامہ عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی نے فرمائی۔

جلسہ کا آغاز حافظ مختار عالم کی تلاوت سے ہوا، حضرت حافظ وقاری ظفیر احمد صاحب استاذ جامعہ حنفیہ ضیاء القرآن لکھنؤ، حافظ وقاری مقصود عالم اور دیگر شعرائے اسلام نے نعتِ پاک کے گلہائے عقیدت پیش کیے، احتجاجی اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے مولانا احتشام الحق رضوی مصباحی نے بتایا کہ مدینہ منورہ بڑی با برکت اور عظمت والی جگہ ہے، مدینہ منورہ محبّت اور ایمان کی سلامتی کی ضمانت ہے، ایسی مقدّس اور متبرک جگہ ''سینما گھر'' کھولنے کا مطلب فحاشی اور عریانی کی کھلی دعوت دینا ہے، پھیلانا بہت بڑی گمراہی اور ضلالت ہے۔

جب کہ مہمانِ خصوصی نوری جامع مسجد مسقط عمان کے خطیب وامام تاج الشعراء حضرت علامہ سلمان رضا فریدی مصباحی نے فرمایا: فحاشی تو ہر جگہ فحاشی ہی ہے چاہے جس مقام پر ہو لیکن مدینہ منورہ جیسی پاک اور مقدّس جگہ پر فحاشی اور عریانی پھیلانا بہت بڑی جسارت ہے، جب سے مدینہ منورہ میں سینما گھر کے کھولے جانے کا اعلان ہوا ہے ہر خاص وعام مضطرب وبے چین ہے مزید کہا کہ حکومت سعودیہ کو چاہیے کہ اپنے ناپاک عزائم سے باز آئے اور مدینہ معظّمہ کے تقدّس کو پامال نہ ہونے دے۔

آخر میں صدرِ اجلاس مناظر اہلِ سنت علامہ عبد المصطفیٰ صدیقی حشمتی صاحب قبلہ نے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ آج سے اکیانوے سال قبل یہود ونصاریٰ کی مدد سے حکومتِ سعودیہ نے عرب پر اپنا قبضہ جمایا اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی حکومت سعودیہ یہود ونصاریٰ کے اشارے پہ چل رہی ہے جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے۔

مزید بتایا کہ: مدینہ پاک ایسی جگہ ہے جس کا ایک ایک ذرہ عظمت وبزرگی والا ہے، بڑے بڑے علما ومحدثین انتہائی ادب واحترام سے خاکِ مدینہ پہ قدم رکھتے تھے کہ کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ مبارک کی جگہ قدم نہ پڑ جائے۔

آدابِ مدینہ منورہ بتاتے ہوئے حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ایک واقعہ کو بیان فرمایا: ایک بار حضرتِ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے گھر کے دروازے میں کچھ خرابی آ گئی، جس سے دروازے میں آواز پیدا ہوگئی، آپ کو یہ گوارا نہیں ہوا کہ جس جگہ سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوں، وہاں کسی قسم کا شور ہو، آپ نے اس دروازے کو اکھاڑ پھینکا، ایک دروازہ بنانے والے نے کہا کہ حضرت اس دروازے کو درست کر دوں؟ آپ نے فرمایا کر دو، اس نے جوں ہی بنانا چاہا آپ نے فرمایا: یہیں بناؤ گے؟ عرض کیا جی! آپ نے فرمایا: قطعی نہیں، مدینہ منورہ سے دور مقام پر لے جاؤ اور وہاں سے بنا کر لاؤ، اگر تو یہاں بنائے گا تو آواز پیدا ہوگی اور مجھے یہ قطعاً گوارا نہیں کہ اس جگہ کسی قسم کا ہلکا سی بھی شور پیدا ہو۔

مزید بتایا کہ حکومتِ سعودیہ کے نزدیک مزاراتِ صحابہ و انبیا بنانا تو شرک ہے لیکن سینما گھر بنانا، فحاشی پھیلانا اور عریانیت کو عام کرنا حکمے ندارد، مزید کہا کہ آج اسی مقدس جگہ کو موسیقی کا اڈّہ بنایا جا رہا ہے، جہاں سے موسیقی کی ممانعت کا حکم صادر ہوا ہے، بتایا کہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت نافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک جگہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جا رہا تھا، انہوں نے بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور راستے سے ایک طرف ہو کر چلنے لگے، دور ہو جانے کے بعد مجھ سے کہا: اے نافع کیا تم کچھ سن رہے ہو؟ میں نے کہا: نہیں، انہوں نے کان سے انگلیاں نکالیں اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بانسری کی بقیہ ص ۵۱ پر

में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳
Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर						
1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳
Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर						
1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳
Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर						
1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصّہ	۳
Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी						
1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2020-2022

NOVEMBER-2021
PAGES 60 WITH COVER

PER COPY : ₹ 25.00
PER YEAR : 300.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

جو حضرات یہ عظیم شاہکار حاصل کرنا چاہتے ہیں ادارہ کو ۲۰۰ روپئے بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

اختتام